THE
SENATE OF PAKISTAN
DEBATES

OFFICIAL REPORT

Tuesday, February 16, 2010
(58th Session)
Volume II No. 06
(Nos.1-15)

CONTENTS

		Pages
1.	Recitation from the Holy Quran…………………………………………………	1
2.	Questions and Answers…………………………………………………....	1-42
3.	Leave of Absence………………………………..…………………………	43
4.	Presentation of Report of the Committee on Rules of Procedure and Privileges……………………………………………………………..........	44-46
5.	Further Discussion on Law and Order Situation in the Country……………...	47-55
6.	Points of Order:	
	i. Raid of the security agencies on the house of a political worker in Bajaur during action against terrorists………...................................	56-57
	ii. A press conference wherein President was criticized……………...	58-67
	iii. Different statements issued by various political leaders regarding Pakistan-India dialogues…………………………………………...	68
	iv. Unjust condition of NIC for purchase of sugar from Utility Stores……………………………………………………..……	69-70

Printed and Published by the Senate Secretariat, Islamabad.

Volume II No.06 — **SP. II(06)/2010** 130

SENATE OF PAKISTAN

SENATE DEBATES

Tuesday, February 16, 2010

The Senate of Pakistan met in the Senate Hall (Parliament House) Islamabad at three minutes past eleven in the morning with Mr. Chairman (Mr. Farooq Hamid Naek) in the Chair.

Recitation from the Holy Quran

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحْمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ ٱذْكُرُواْ ٱللَّهَ ذِكْرًا كَثِيرًا (٤١) وَسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلاً (٤٢) هُوَ ٱلَّذِى
يُصَلِّى عَلَيْكُمْ وَمَلَٰٓئِكَتُهُۥ لِيُخْرِجَكُم مِّنَ ٱلظُّلُمَٰتِ إِلَى ٱلنُّورِ ۚ وَكَانَ بِٱلْمُؤْمِنِينَ رَحِيمًا
(٤٣) تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهُۥ سَلَٰمٌ ۚ وَأَعَدَّ لَهُمْ أَجْرًا كَرِيمًا (٤٤) يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِىُّ إِنَّآ أَرْسَلْنَٰكَ
شَٰهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا (٤٥) وَدَاعِيًا إِلَى ٱللَّهِ بِإِذْنِهِۦ وَسِرَاجًا مُّنِيرًا (٤٦)وَبَشِّرِ ٱلْمُؤْمِنِينَ بِأَنَّ
لَهُم مِّنَ ٱللَّهِ فَضْلاً كَبِيرًا (٤٧)

ترجمہ: اے ایمان والو اللہ کو بہت یاد کیا کرو۔ اور اس کی صبح وشام پاکی بیان کرو۔ وہی ہے جو تم پر رحمت بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے بھی تاکہ تمہیں اندھیروں سے روشنی کی طرف نکالے اور وہ ایمان والوں پر نہایت رحم والا ہے۔ جس دن وہ اس سے ملیں گے ان کے لیے سلام کا تحفہ ہوگا اور ان کے لیے عزت کا اجر تیار کر رکھا ہے۔ اے نبی ہم نے آپ کو بلاشبہ گواہی دینے والا اور خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والا اور چراغِ روشن بنایا ہے۔ اور ایمان والوں کو خوشخبری دے اس بات کی کہ ان کے لیے اللہ کی طرف سے بہت بڑا فضل ہے۔

(سورۃ الاحزاب، آیات 41 تا 47)

Questions and Answers

جناب چیئرمین: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

We may now take up questions. Mst. Afia Zia sahiba.

15. *Senator Mst. Afia Zia: Will the Minister for Interior be pleased to state whether it is a fact that two children of Dr. Afia Siddiqui are still missing, if so, the steps taken by the Government to trace them?

Senator A. Rehman Malik (Federal Minister for Interior): Yes, as per Police report dated 8/2/2010, the efforts are being made by the M/o Foreign Affairs through diplomatic channel for tracing out the missing children.

Mr. Chairman: Any supplementary?

سینیٹر نعیم حسین چٹھہ: اس کے متعلق انہوں نے پوچھا ہے کہ ڈاکٹر عافیہ صدیقی صاحبہ کے دو بچے لاپتہ ہیں، ان کا پتا لگانے کے لیے کیا اقدامات کیے گئے ہیں۔ میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ یہ معاملہ ان کے علم میں کب سے ہے اور کب سے یہ اقدامات کر رہے ہیں، latest صورتِ حال کیا ہے؟ وہ تو کئی سالوں سے لاپتہ ہیں تو کب تک ان کی کوششیں بارآور ہونے کی توقع ہے؟

جناب چیئرمین: جی منسٹر صاحب۔

جناب تسنیم احمد قریشی (وزیرِ مملکت برائے داخلہ): جناب! اس question میں ان کے بچوں کے حوالے سے بات کی گئی تھی۔ ان کا ایک بیٹا احمد افغانستان سے recover ہوا اور دو بیٹوں کے لیے-----

جناب چیئرمین: دیکھیں، ان کا question بڑا simple ہے کہ کب تک، وہ period کی بات کر رہے ہیں، آپ اس کا جواب دیجیے۔

جناب تسنیم احمد قریشی: اس میں انشاء اللہ ہماری اور Foreign Office کی efforts جاری ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ بڑے short time میں ہم اس بات پر پہنچ جائیں گے کہ بچے recover ہو جائیں۔

جناب چیئرمین: جی حافظ رشید صاحب۔

سینیٹر حافظ رشید احمد: جناب چیئرمین! شکریہ۔ میں وزیر صاحب سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ مظلوم پاکستانی بیٹی ڈاکٹر عافیہ صدیقی صاحبہ جو خود بھی امریکہ منتقل کی گئیں، ان کا ایک بچہ افغانستان سے ملا تھا۔ باقی دو بچے بھی غالباً افغانستان میں ہوں گے تو کیا افغانستان والوں کے ساتھ ان کا کوئی رابطہ ہے، اگر ہے تو اس کے بعد ان کا کیا stand ہے اور کیا ہو رہا ہے؟

جناب تسنیم احمد قریشی: جی ہم مکمل رابطے میں ہیں اور ہمارا Foreign Office اس میں کافی جدوجہد کر رہا ہے۔ ابھی تک exact location نہیں پتا کہ وہ افغانستان میں ہیں یا کدھر ہیں۔ اس میں جونہی کوئی progress ہوگی تو House کو inform کر دیا جائے گا۔

جناب چیئرمین: جی ڈاکٹر بلیدی۔

سینیٹر ڈاکٹر محمد اسمٰعیل بلیدی: جناب چیئرمین! یہ بہت اہم سوال ہے۔ ڈاکٹر عافیہ صدیقی کے case کے حوالے سے پاکستانی وزیر داخلہ سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ اس کی current position کیا ہے؟ کیا وہ ان کے ساتھ رابطے میں ہیں؟ دوسری بات یہ کہ ان کے بدلے میں امریکہ کا کوئی-----

جناب چیئرمین: بلیدی صاحب سوال بچوں کے بارے میں ہے، آپ بچوں کے بارے میں سوال کریں۔

سینیٹر ڈاکٹر محمد اسمٰعیل بلیدی: امریکہ کا کوئی آدمی ہم ڈاکٹر عافیہ صدیقی کے بدلے میں یہاں پر قید کریں تاکہ وہ انہیں ہمارے حوالے کر دیں، اس حوالے سے ایسا کوئی پروگرام ہے؟

جناب تسنیم احمد قریشی: ہماری جو efforts ہیں میں سمجھتا ہوں کہ ان میں کوئی شک و شبہے والی بات نہیں ہے۔ حکومت پاکستان نے دو ملین ڈالر ان کے case کے لیے ادا کیے ہیں لیکن ان کا دوسرا جو سوال ہے یہ ایک fresh question ہے۔ یہ دے دیں، اس کا جواب دے دیا جائے گا۔

Mr. Chairman: Next Question No. 55, Talha Mahmood Sahib.

55. ***Senator Muhammad Talha Mahmood:** Will the Minister for Information Technology and Telecommunications be pleased to state:

(a) the number of persons working in Telephone Industry of Pakistan (TIP) on daily wages basis appointed through contractors;

(b) the monthly salary being paid to the contractors for those employees and the amount being paid to the employees by the contractors; and

(c) whether there is any proposal under consideration of the Government to appoint those persons directly without involving the contractors, if so, when?

Sardar Muhammad Latif Khan Khosa: TIP is a private limited company incorporated under the Companies Ordinance.

(a) No person on daily wage basis has been appointed through contractor by TIP. However, a private security company (Akro Protection Services) is providing security and Fire Fighting Services to TIP they have to provide Eight Supervisors and forty two guards (total 50 Nos.) for this purpose.

(b) TIP is paying average Rs300,600/− per month (for above referred strength of 50 Nos.) to the private security company.

Fresh tender to provide security and fire fighting services has been called through press and is under process.

(c) No.

Mr. Chairman: Any supplementary?

سینیٹر ڈاکٹر محمد اسمٰعیل بلیدی: جناب والا! انہوں نے جو پوچھا ہے کہ---

جناب چیئرمین: وزیر صاحب موجود ہیں۔ بخاری صاحب! ہر مرتبہ کھوسہ صاحب لکھ کر بھیج دیتے ہیں کہ میں نہیں آؤں گا، یہ کیا بات ہے؟

سینیٹر سید نیر حسین بخاری (قائد ایوان): جناب چیئرمین! میں نے کھوسہ صاحب کے دفتر سے رابطہ بھی کیا ہے and they assured us.

جناب چیئرمین: وہ ہر date پر لکھ دیتے ہیں کہ convenient date پر defer کیا جائے۔ The House cannot run on his discretion. اب یہ on his adjustment ہے، اس طرح تو ہر وزیر یہ لکھ کر بھیج دے گا۔

(اس موقع پر ڈیسک بجائے گئے)

سینیٹر سید نیر حسین بخاری: آپ کی observations بالکل درست ہیں۔ یا تو وہ اپنے کسی اور colleague کو کہہ دیتے تو وہ ان کی جگہ جواب دے دیتے۔ میرے دفتر نے بھی جب رابطہ کیا جو انہوں نے we were assured that he will be present in the office. سیکرٹری صاحب کو convey کیا ہے۔ that has not been conveyed to me.

جناب چیئرمین: دیکھیں ناں last date پر بھی if I recall ڈاکٹر عافیہ صاحبہ کے متعلق سوالات تھے، میں نے منگل کو رکھے انہوں نے کہا کہ ان کو جمعرات کو رکھیں، اب ہر تاریخ پر کیا کوئی نئی تاریخ ہو گی this is not done.

سینیٹر سید نیر حسین بخاری: جناب والا! آپ کی observations بالکل درست ہیں۔

سینیٹر ڈاکٹر محمد اسمٰعیل بلیدی: جناب چیئرمین! آپ کے پاس اختیارات ہیں، آپ سمن جاری کریں۔ آئندہ کوئی وزیر غیر حاضر نہیں ہو گا۔

جناب چیئرمین: بخاری صاحب! آپ ان کو بلائیں۔

سینیٹر سید نیر حسین بخاری: ٹھیک ہے جناب۔

Mr. Chairman: Next Question No.56.

56. ***Senator Dr. Muhammad Ismail Buledi:** Will the Minister for Narcotics Control be pleased to state the quantity of narcotics and number of vehicles seized in Makran, Panjgur, Turbat and Gwadar divisions during the last two years indicating also the number of persons arrested in those cases?

Minister for Narcotics Control: The quantity of narcotics and number of vehicles seized in Makran, Panjgur, Turbat and Gwadar divisions are as under:–

Year	Division	No of Case	No. of Persons Arrested	Quality of Drug recovered (in Kg)				No of Vehicles Seized
				Opium	*Heroin*	*Hashish*	*Others*	
2008	Turbat	4	2	0.200	0.000	3906.320	—	—
	Panjgur	3	2	2705.000	0.000	51.000	—	2x Vehicles
	Gwadar	4	6	37.100	0.000	2381,500	—	1 x M/Cycle
	Makran	—	---	—	—	—	—	—
2009	Turbat	4	4	105.600	0.000	2592.000	—	1 x Vehicle
	Panjgur	3	1	1459.000	0.000	5.000	—	1 x Vehicle
	Gwadar	0	0	0.000	0.000	0.000	—	—
	Makran	0	0	0	0	0	—	—
	Total	**18**	**15**	**4306.900**	**0.000**	**8935.820**	**—**	**4 x Vehicles 1x M/Cycle**

جناب چیئرمین: کوئی ضمنی سوال؟

سینیٹر ڈاکٹر محمد اسمٰعیل بلیدی: جناب چیئرمین! میں نے وزیر صاحب سے پوچھا تھا کہ گزشتہ دو سالوں کے دوران جو میرا اپنا علاقہ ہے پنجگور، تربت، گوادر، ان علاقوں میں کتنی منشیات پکڑی گئیں، کتنی گاڑیاں پکڑی گئیں اور کتنے ملزمان پکڑے گئے۔ جو لوگ ان گاڑیوں کے ڈرائیور تھے یا ان گاڑیوں میں سوار تھے۔ اس کے جواب میں انہوں نے ہر ضلع میں ہیروئین کا جواب ''nil' دیا ہے کہ ان تین اضلاع میں کہیں سے ہیروئین نہیں پکڑی گئی ہے جبکہ آپ سب کو پتا ہے کہ یہ علاقے ایران کے علاقے بندر عباس بارڈر کے پاس ہیں۔ وہاں سے ہیروئین load ہو کر برطانیہ، یورپ، امریکہ اور Gulf میں جاتی ہے۔ مجھے اس بات کا افسوس ہے کہ دو سالوں میں انہوں نے کہیں سے بھی ہیروئین نہیں پکڑی ہے۔ دوسری بات یہ کہ وہاں سے ایک بھی ڈرائیور نہیں پکڑا گیا ہے۔ میں وزیر صاحب سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ جو چرس انہوں نے پکڑی ہے کیا وہ بغیر کسی ڈرائیور کے آئی تھی؟ انہوں نے کس طرح اس کو پکڑا تھا؟ ان لوگوں نے ڈرائیوروں کو کیوں نہیں پکڑا؟ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ملی بھگت سے یہ کام ہو رہا ہے۔ اس چیز کو آپ check کریں۔

جناب چیئرمین: جی Narcotics کے وزیر صاحب موجود ہیں۔ جی بخاری صاحب! کھوسہ صاحب کو دیکھ لیں۔

سینیٹر سید نیر حسین بخاری: جناب والا! I have sent a message for him. I have asked him to be in the House.

جناب چیئرمین: یہ تو مجھے علم نہیں ہے، بگٹی صاحب آپ کو علم ہو گا۔ آپ کا first hand knowledge ہو گا۔ اگلا سوال۔

(مداخلت)

جناب چیئرمین: نہیں، نہیں ابھی left over, I am not deferring it, it's left over. ابھی اس کو دیکھتے ہیں۔ اگلا سوال نمبر ۵۷ بھی آپ کا ہے۔

57. *Senator Dr. Muhammad Ismail Buledi: Will the Minister for Defence be pleased to state the rent of rooms and suites of the PIA hotels abroad with category-wise and hotel wise details?

Ch. Ahmed Mukhtar: PIAC owns following two hotels through its subsidiary, PIA Investments Ltd:—

1. Roosevelt Hotel, New York
2. Scribe Hotel, Paris

The average projected rates of rooms and suites for the month of February, 2010 of the said hotels are as follows:—

Roosevelt Hotel, New York

Room Type	*Total Rooms*	**Average Daily Rate (In US$)*
Standard	178	208
Superior	635	228
Deluxe	154	248
Deluxe Queen	15	328
Hospitality Suite	28	728
Luxury Suite	05	2500
Total	1015	

Scribe Hotel, Paris

Room Type	*Total Rooms*	**Average Daily Rate (In Euro)*
Superior	49	590
Deluxe	112	680
Executive	44	750
Junior Suites	4	1200
Duplex	4	2350
Total	213	

*Rates are set on the basis of seasonality and demand and thus vary from period to period.

Mr. Chairman: Any supplementary? Arbab Sahib is very particular I must say that. He is always in the House.

سینیٹر ڈاکٹر محمد اسمٰعیل بلیدی: میں نے سوال کیا تھا کہ پی آئی اے کے باہر کتنے ہوٹل ہیں؟ اس کے جواب میں انہوں نے لکھا ہے کہ ایک نیویارک میں ہے اور ایک پیرس میں ہے۔ انہوں نے کمروں کا جو کرایہ دیا ہے کہ ہر کمرے کا کرایہ from 200 US$ to 2500 US$ تک ہے۔ یہ کرائے انہوں نے دیے ہیں تو وزیر صاحب بتائیں گے کہ کیا پی آئی اے کا عملہ بھی یہاں پر ٹھہرتا ہے اور گزشتہ دو سالوں کے دوران ان کی کتنی آمدنی ہوئی ہے؟

جناب چیئرمین: جی وزیر صاحب۔

ارباب محمد ظاہر (وزیر مملکت برائے دفاع): شکریہ جناب چیئرمین! ہمارا عملہ وہاں پر ٹھہرتا ہے مگر وہ کرایہ دیتے ہیں۔ 2008 میں 3.5 million dollar کا منافع ہوا تھا اور 2009 میں 9 million dollar منافع ہوا تھا، یہ پچھلے سال کے نو مہینوں کا منافع ہے۔ یہ منافع زیادہ ہو جاتا مگر چونکہ وہاں پر refurnishing ہو رہی تھی اور ہوٹلوں کو reset کر رہے تھے اس لیے منافع کم ہوا۔

جناب چیئرمین: ڈاکٹر مالک صاحب۔

سینیٹر ڈاکٹر عبدالمالک: وزیر صاحب کی خدمت میں عرض ہے کہ انہوں نے جو اتنے فرعون آفیسرز رکھے ہیں، ایک D.G رکھا ہوا ہے وہ نہ تو کسی کا ٹیلیفون اٹھاتا ہے اور نہ کسی سے کوئی بات کرتا ہے تو پی آئی اے کو آپ کس system کے تحت چلا رہے ہیں؟ ان آفیسرز کو تھوڑا سا جوابدہ بنا دیں کہ عوامی نمائندے آپ کو فون کرتے ہیں، کوئی مسئلہ ہو گا۔ آپ کسی کو گھاس نہیں ڈالتے۔ وزیر صاحب آپ ان کو پابند کریں جو آپ نے D.G. بٹھایا ہے وہ تو فرعون ہے۔

جناب چیئرمین: جی D.G. پر تنقید ہو رہی ہے اس کو آپ دیکھ لیں۔

ارباب محمد ظاہر: جی ٹھیک ہے۔

جناب چیئرمین: جی ہارون صاحب۔

سینیٹر ہارون خان: میرا سوال یہ ہے کہ اس وقت وزارت کا ان دونوں ہوٹلوں کو فروخت کرنے کا کوئی پروگرام ہے؟

ارباب محمد ظاہر: جی نہیں۔ یہ پروگرام تھا مگر ان کی قیمت تقریباً they would have gone on about 600 million to 700 million US$ but they would be taxed. The tax would come to about 300 million dollar, so it was decided not to sell them.

جناب چیئرمین: جی اگلا سوال نمبر 58 ڈاکٹر اسمٰعیل بلیدی صاحب۔

58. *Senator Dr. Muhammad Ismail Buledi: Will the Minister for Railways be pleased to state the number of persons appointed in the Ministry on regular and temporary basis during the last two years with grade-wise and province-wise break up?

Haji Ghulam Ahmed Bilour: The following persons have been appointed during the last two years with grade-wise and province-wise break-up.

Regular Basis

S. No.	*Name*	*Designation*	*BS*	*Quota*
1.	Mr. Mehboob Hussain	Stenographer	15	Merit (AJK)
2.	Mr. Muhammad Aslam	Stenographer	15	Sindh (R)
3.	Mr. Ghanim Ullah	LDC	7	Merit (NWFP)
4.	Mr. Abdul Qadir	LDC	7	Sindh (R)
5.	Mr. Shahid Hussain	LDC	7	Punjab
6.	Mr. Sadaqat Hussain	LDC	7	Punjab
7.	Mr. Muhammad Qibad	SCD	5	NWFP
8.	Mr. Malik Mumtaz	SCD	5	Punjab
9.	Mr. Akbar Zeb	SCD	5	NWFP
10.	Mr. Shahid Iqbal	Naib Qasid	2	Local Basis
11.	Mr. Zubair Hussain	Naib Qasid	2	Local Basis
12.	Mr. Muhammad Tanveer	Naib Qasid	2	Local Basis
13.	Mr. Muhammad Kamran	Naib Qasid	2	Local Basis
14.	Mr. Ghulam Abbas	Naib Qasid	2	Local Basis
15.	Mr. Mian Dad	Naib Qasid	2	Local Basis

16.	Mr. Muhammad Pervaiz	Naib Qasid	2	Local Basis

The following persons have been appointed on contract basis for two years according to Prime Minister's Package for children of employees who die during service.

S. No.	*Name*	*Designation*	*BS*	*Quota*
1.	Mr. Sohail Tayyab	Stenotypist	12	NWFP
2.	Mr. Imran Rafique	UDC	9	Punjab
3.	Mr. Imran Ali	Naib Qasid	2	AJK

Mr. Chairman: Any supplementary?

سینیٹر ڈاکٹر محمد اسمٰعیل بلیدی: جناب والا! میں نے وزیر صاحب سے پوچھا تھا کہ گزشتہ دو سالوں کے دوران آپ کے محکمے میں مستقل یا عارضی بھرتیاں کتنی ہوئی ہیں؟ انہوں نے جو تفصیل دی ہے اول تو وہ اس تفصیل کو check کریں، ماشاءاللہ وہ ہمارے بڑے شریف وزیر ہیں کہ ان کے عملے نے ان کو misguide کیا ہے، یہ تفصیل صحیح نہیں ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس میں بلوچستان کا ایک بھی آدمی نہیں ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ پہلے ہی بلوچستان کا کوٹا کم ہے۔ وزیر صاحب بلوچستان کا کوٹا کب پورا کریں گے اور جو figures دیے ہیں ان کو دوبارہ check کر کے ہمیں مطمئن کریں۔

جناب چیئرمین: جی وزیر صاحب۔

حاجی غلام احمد بلور (وزیر برائے ریلوے): ڈاکٹر صاحب نے سوال کیا تھا کہ وزارت میں کتنے لوگ بھرتی ہوئے ہیں۔ ہمارا ریلوے بورڈ اور وزارت علیحدہ علیحدہ ہیں۔ اگر یہ پوچھتے کہ ریلوے میں کتنے افراد بھرتی ہوئے ہیں تو وہ بات اور تھی۔ ہماری وزارت میں اتنے ہی لوگ بھرتی ہوئے ہیں، ریلوے میں تو ہزاروں لوگ ہوتے ہیں۔ وزارت میں اتنے ہی لوگ بھرتی ہوئے ہیں اور مجھے تسلی ہے کہ جو تفصیل دی گئی ہے یہ صحیح ہے۔ اس کے علاوہ وزارت اسلام آباد میں ہے تو یہاں پر کوٹا نہیں ہے، اس میں جو لوگ آتے ہیں اور درخواستیں دیتے ہیں ان کو نوکریاں مل جاتی ہیں۔ وزارت میں بلوچستان والوں نے کوئی درخواست نہیں دی اور یہ جو بھرتیاں کی گئی ہیں یہ چھوٹے گریڈوں میں کی گئی ہیں۔

سینیٹر ڈاکٹر محمد اسمٰعیل بلیدی: جناب والا! اسلام آباد کی وزارتوں میں بلوچستان کا ایک بھی آفیسر سولہ یا سترہ گریڈ، چودہ گریڈ یا دس گریڈ کا نہ ہو تو پھر وفاق کی علامت کیا ہے؟ وفاق

چاروں صوبوں کی علامت ہے۔ میں ان سے agree نہیں کرتا ہوں جو یہ کہتے ہیں کہ وزارت میں بلوچستان کا کوئی کوٹا نہیں ہے۔ میں نے وزارت کے متعلق سوال کیا تھا، میں نے ریلوے کا نہیں پوچھا تھا۔

جناب چیئرمین: جی ٹھیک ہے۔

حاجی غلام احمد بلور: وزارت میں کسی صوبے کا بھی کوٹا نہیں ہے۔ گریڈ سولہ اور سترہ سے اوپر کے جو گریڈ ہیں ان کو ہم لوگ بھرتی کر ہی نہیں سکتے وہ تو Federal Public Service Commission کے through آتے ہیں۔ ان سے نیچے گریڈ والوں کو ہم خود بھرتی کرتے ہیں اور ان میں کوٹا نہیں ہوتا ہے۔

جناب چیئرمین: جی صالح شاہ صاحب۔

سینیٹر مولانا محمد صالح شاہ: جناب چیئرمین صاحب! میں محترم موصوف Minister Sahib سے جو ہمارے لیے نہایت قابل قدر ہیں، پوچھنا چاہوں گا کہ یہ جو تفصیل دی گئی ہے اس میں تو تقریباً چاروں صوبوں کا ذکر کیا گیا ہے لیکن ان چاروں صوبوں کے علاوہ ہمارے فاٹا کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ مجھے وزیر صاحب سے یہی سوال کرنا ہے کہ کیا فاٹا اس پاکستان کا حصہ نہیں ہے؟ ہر Ministry میں فاٹا ہمیشہ نظر انداز کیا جاتا ہے۔ Minister Sahib ذرا مطمئن کرنے والا جواب دیں۔

جناب چیئرمین: جی۔

حاجی غلام احمد بلور: اصل میں اس میں بھی کوٹے کی بات ہے تو اس میں کوٹا کسی صوبے کا نہیں ہے۔ صوبہ پختون خواہ کا نہیں، بلوچستان کا نہیں ہے تو فاٹا کا بھی نہیں ہے۔ یہ بات ہے۔

جناب چیئرمین: جی سلیم سیف اللہ صاحب۔

سینیٹر سلیم سیف اللہ خان: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

Mr. Chairman, just for the information of the House and the Minister, there is a quota in the federal services.

یہ نہیں ہے کہ حکومت پاکستان کا شروع سے ہی یہ اصول ہے کہ آبادی کے لحاظ سے کوٹا دیا جاتا ہے اور بلوچستان کا کوٹا ہم نے اپنے دور میں ساڑھے تین فیصد سے بڑھا کر 06% کر دیا تھا اور فاٹا کا بھی کوٹا ہے تو وزیر صاحب کی information کے لیے ہے کہ Federal services are distributed on

اس لیے یہ نہیں ہے کہ آپ ایک the basis of population and there is a quota. صوبے سے بھرتی کرتے رہیں بلکہ ہر صوبے کو اپنا کوٹا ملتا ہے۔

جناب چیئرمین: ٹھیک ہے، جی سیمیں صاحبہ۔ایک منٹ وزیر صاحب جواب دینا چاہتے ہیں۔

حاجی غلام احمد بلور: ریلوے میں بھی صوبوں کا کوٹا ہے جس کے لحاظ سے صوبوں میں بھرتی ہوتی ہے۔ جو سترھویں گریڈ سے اوپر کے ملازمین ہوتے ہیں وہ کوٹے کے مطابق ہی آتے ہیں۔ اس میں بلوچستان کا بھی کوٹا ہے، دیگر صوبوں کا بھی کوٹا ہے اور قبائل کا بھی کوٹا ہے لیکن اس ministry میں چونکہ صرف یہاں کے لوگ ہوتے ہیں اور low grade کے لوگ ہوتے ہیں اس لیے یہاں پر quota observe نہیں ہوتا۔

جناب چیئرمین: ایسا کریں وزیر صاحب! آپ ذرا چیک کر لیں کہ سترہ گریڈ سے نیچے بھی کوٹا ہوتا ہے کہ نہیں اور اس کے مطابق پھر آپ بتا دیجئے گا۔ جی حافظ صاحب آپ کا کوئی سوال ہے؟ پہلے سیمیں صاحبہ کر لیں۔

سینیٹر سیمیں صدیقی: مجھے honourable Minister ذرا سا سمجھائیں کہ یہاں پر لکھا ہوا ہے، جو انہوں نے نام دیئے ہوئے ہیں کہ BS-15 quota merit AJK اور Sindh rural تو کیا میرٹ صرف دو جگہوں کے لیے ہی ہے ایک آزاد جموں کشمیر اور دوسرا NWFP کے لیے اور باقی non merit پر بھرتی ہوتی ہے۔ کیا وجہ ہے اس کی؟ یہ کہہ رہے ہیں کہ کوٹا نہیں ہے۔

جناب چیئرمین: میں سمجھ گیا ہوں آپ کی بات۔ جی منسٹر صاحب۔

حاجی غلام احمد بلور: اس میں میرٹ رکھا تھا۔ باقی جو اس میں ایل ڈی سی وغیرہ ہیں تو اس میں کوٹے کے حساب سے ان کو دیا جاتا ہے۔

جناب چیئرمین: جناب چیک کر لیں ذرا اس کو۔ جی حافظ صاحب۔

سینیٹر حافظ رشید احمد: شکریہ جناب چیئرمین صاحب، ظاہر ہے کہ جو لکھا ہے اس میں فاٹا کا ذکر تک نہیں ہے۔ میں عرض کرتا ہوں کہ آپ ہدایت جاری کر دیں۔ ٹھیک ہے آپ ہمیں اس طرح ہی رہنے دیں۔ ہمارا کوئی بھی کوٹا نہیں ہے نہ ہمارا پاکستان میں حصہ ہے۔ ہمیں منظور ہے، ٹھیک

ہے۔ ہم اس طرح ہی رہیں گے لیکن کم از کم فاٹا کا نام تو آنا چاہیے۔ یہ بڑی زیادتی ہے، نمبر ایک۔ نمبر دو یہ ہے کہ دو سالوں سے تو فاٹا سے ایک بندہ بھی بھرتی نہیں کیا گیا۔ آئندہ کے لیے وزیر صاحب ہمارے لیے کیا کریں گے؟ یہ خود کیا کریں گے ہمارے لیے؟

جناب چیئرمین: جی منسٹر صاحب۔

حاجی غلام احمد بلور: اگر ہمارا بھائی کوئی آجائے تو ہم نے کوئی پابندی نہیں لگائی ہے کہ فاٹا سے کوئی نہیں لیں گے۔ فاٹا سے بھی لینے کے لیے تیار ہیں۔ جب اعلان ہو تو درخواست دے دیا کریں۔ ہم انشاء اللہ ذمہ دار ہیں، ان کو ضرور لیں گے۔

جناب چیئرمین: حافظ صاحب اچھا جواب آیا۔ آپ کوئی درخواست دیجئے، پھر انشاء اللہ اس کو ملازمت مل جائے گی آپ کے توسط سے۔ Next question Abdur Rashid Sahib. اس کا نجم الدین صاحب! جواب کیوں نہیں آیا، عبدالرشید صاحب کا جواب کیوں نہیں آیا؟

سینیٹر حافظ رشید احمد: آج ایجنڈے میں تقریباً چھ سات سوالات شامل ہیں فاٹا کے نہایت اہم مسائل کے حوالے سے لیکن ایک ہی سوال کا جواب آیا ہے اور سب سوالوں کے جواب میں یہ کہا گیا ہے کہ فاٹا سیکریٹریٹ سے جواب موصول نہیں ہوا ہے۔ جناب چیئرمین! اگر فاٹا سیکرٹریٹ اور Ministry کے درمیان کوئی tussle ہے تو یہ ان کا اپنا مسئلہ ہے لیکن ہمیں جواب دینے کے ذمہ دار Minister Sahib ہیں۔ یہ ہمیں جواب دہ ہیں۔ لہذا اس حکومت کی ذمہ داری کو مد نظر رکھتے ہوئے اگر آج ہمارے چھ سات، سوالات کے جوابات جو فاٹا کے حوالے سے ہیں، موصول نہیں ہوئے ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ فاٹا کے ساتھ زیادتی ہے، فاٹا کے اراکین کے ساتھ زیادتی ہے اور میرے خیال میں ہم اس پر احتجاجاً واک آؤٹ کرتے ہیں۔

جناب چیئرمین: واک آؤٹ سے پہلے ذرا سن لیجئے Minister Sahib کیا فرماتے ہیں پھر اس کے مطابق کوئی فیصلہ کریں گے۔

جناب نجم الدین خان: ایک بات ہم کئی دفعہ آپ کے سامنے بھی لائے ہیں اور قومی اسمبلی میں بھی۔ وہاں فاٹا سیکریٹریٹ کو کافی دفعہ لکھا ہے لیکن وہ جواب دینے کی طرف اتنی زیادہ توجہ نہیں دیتے۔ میرا خیال ہے اس کا جواب ہمارے Leader of the House بھی دیں گے کیونکہ میں نے کئی دفعہ۔۔۔۔۔

جناب چیئرمین: کب تک، دیکھیں یہ کافی سوالات ہیں جن کے جواب نہیں آئے۔

جناب نجم الدین خان: انشاء اللہ ہم کوشش کریں گے آئندہ جلدی جواب دینے کی۔

جناب چیئرمین: نہیں تو میں اس کو۔۔۔ ۔۔سیکرٹری صاحب! اس کو میرا خیال ہے next week پر رکھ لیتے ہیں، date کون سی ہوگی ذرا بتا دیجئے۔ حافظ صاحب! آپ کی بھی سنتے ہیں۔

سینیٹر حافظ رشید احمد: وہاں چیف سیکرٹری ہے، وہاں دوسرے سیکرٹری ہیں۔ وہاں زیادہ سے زیادہ پندرہ سولہ گریڈ کے ملازمین آجاتے ہیں۔ ہمیں بھی یہی کہتے ہیں کہ یار! ہم جواب دہ ہی نہیں ہیں، ہم سینیٹ کو جواب دہ ہی نہیں ہیں۔ ہم کس کو جواب دہ ہیں؟ ہمارے ہاں مطلق العنانی ہے۔ ہم جو سمجھتے ہیں، جو ہمارے دل میں ہے وہ ہم کرتے رہیں گے۔آپ ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ بارہا اس طرح کی باتیں ہم سنتے ہیں۔ آپ ہمارے لیے کچھ کر دیں۔ اس جمہوریت میں بھی ہمارے ساتھ مطلق العنانی چلے تو ہم پھر کیا کریں۔ آپ ہمارے کپتان ہیں، آپ ہمارے چیئرمین ہیں۔آپ ہمارے لیے کچھ نہیں کرتے تو جناب چیئرمین! ہم اس طرح ہی پسماندہ رہیں گے۔آپ ہمارے بڑے ہیں۔

جناب چیئرمین: جی مندوخیل صاحب۔

سینیٹر عبدالرحیم خان مندوخیل: جناب چیئرمین! میں حافظ رشید صاحب اور عبدالرشید صاحب کی حمایت کرتا ہوں۔ جناب والا، یہ تو سینیٹ ہے اور سینیٹ cognizance لے سکتی ہے ہر مسئلے کے بارے میں۔ اب پختون خواہ اور فاٹا کے بارے میں چھ سوال ہیں۔آج چھ سوالوں کا جواب یہ ہے کہ جواب نہیں ملا ہے۔

جناب چیئرمین: بخاری صاحب۔

سینیٹر سید نیر حسین بخاری: گزارش یہ ہے کہ جیسا کہ منسٹر صاحب نے فرمایا give them opportunity and if they don't turn up with a reply, it is clearly a breach of this House sir, and we would proceed according to the law.

جناب چیئرمین: ٹھیک ہے تو آپ suggest کیجئے کہ کیا کیا جائے۔ دیکھیں ناں۔۔۔۔۔

سینیٹر سید نیر حسین بخاری: ایک opportunity دے دیں۔

سینیٹر حاجی محمد عدیل: جناب! ہمیں آج تک اپنے سوالوں کا جواب نہیں ملا جو وزارت داخلہ کے بارے میں تھے۔

جناب چیئرمین: بات ہو رہی ہے فاٹا کی آپ لے آئے ہیں وزارت داخلہ کو۔

سینیٹر حاجی محمد عدیل: جو سوالات کا مسئلہ ہے پہلے ہم اس کو حل کر لیں۔ جتنے سوالات کے جواب نہیں آئے ان کے وہ جواب دیں۔ اب ہم کہاں جائیں۔

جناب چیئرمین: ایک منٹ ذرا بیٹھ جائیں پلیز۔ جی وزیر صاحب فرمائیں۔ جی خٹک صاحب! کیا بات کرنا چاہتے ہیں آپ؟ Repeat مت کیجئے۔

سینیٹر افراسیاب خٹک: جناب چیئرمین! شکریہ۔ اصل میں اس میں Minister Sahib کا کوئی قصور نہیں ہے۔ There is a vague disconnect. FATA Secretariat بنا کر ان کی وزارت کو کاٹا گیا ہے۔ وہ گورنر کے نیچے کام کر رہے ہیں۔ یہاں پر ان کو جواب دینا پڑتا ہے لیکن ان کا کوئی کنٹرول اس سیکریٹریٹ پر نہیں ہے۔

جناب چیئرمین: فاٹا سیکریٹریٹ پر ان کا کنٹرول نہیں ہے۔

سینیٹر افراسیاب خٹک: نہیں ہے،

there is a disconnect. We need to address the basic disconnect between the Ministry and the FATA Secretariat.

Mr. Chairman: That is very sensible information that has come.

اب وزیر صاحب جواب دیجئے How would you resolve it? خٹک صاحب نے بات کی ہے۔ خٹک صاحب نے جو فرمایا ہے کیا یہ صحیح ہے؟ حافظ صاحب! آپ بیٹھ جائیں۔

جناب نجم الدین خان: جناب والا! میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ 2007 میں Rules of Business کے خلاف Ministry سے تمام اختیارات لے کر FATA Secretariat کے حوالے کر دیے گئے اور ان کے ذمے صرف یہ کام ہے کہ جو assembly question ہو یا Parliament میں جواب دینا ہو تو وہ دیں۔ ہم ان کے لیے آتے ہیں باقی ان کی مرضی ہے کہ سوال کا جواب بھی نہیں

دیتے، یہ مسئلہ میں پہلے بھی آپ کے سامنے لایا تھا، آپ دیکھیں کہ Rules of Business کی violation کہاں ہو رہی ہے۔ سینیٹ کی Standing Committee میں بہت senior Parliamentarians خٹک صاحب، راجہ ظفر الحق صاحب اور دوسرے معزز اراکین تھے، اس پر کافی discussion ہو چکی ہے تو ایک کمیٹی بنائی جائے کہ FATA Secretariat, Rules of Business کی خلاف ورزی کر رہا ہے، اگر کمیٹی کے مطابق FATA Secretariat, Rules of Business کی خلاف ورزی کر رہا ہے تو پھر آپ اس کے لیے جو بھی حکم دیں وہ ٹھیک ہو گا۔

جناب چیئرمین: بخاری صاحب۔

سینیٹر سید نیر حسین بخاری: جناب والا! جہاں تک ان سوالات کا تعلق ہے میں نے بھی درخواست کی تھی کہ ایک opportunity دے دی جائے اور جیسا کہ وزیر صاحب نے suggest کیا ہے that the matter was already before the Standing Committee تو a committee can be constituted by this House to examine that whether the things are proceeding in accordance with the Rules of Business or not. اور جو Minister Sahib نے concerns بتائے ہیں surely they have got a substance, they have got reasoning for that. اور جیسا کہ خٹک صاحب نے بھی کہا ہے If the Chair wants to constitute a committee on this matter, I have no objection.

Mr. Chairman: The Rules of Business are concerning the Government.

تو اس مسئلے پر آپ وزیر اعظم صاحب سے بات کیجیے، میں ان دو سوالات کو rota day پر defer کر رہا ہوں اور within one week you please talk with the Prime Minister اور ان سے کہیں کہ یہ مسئلہ ہے، سوالات کے جوابات نہیں آرہے اور Rules of Business کو آپ نے amend کرنا ہے تو amend کریں تاکہ Secretariat کو instructions دی جائیں کہ وہ وزیر صاحب کی بات مانیں and you should come with plausible answer within one week on this issue. Thank you.

Senator Syed Nayyer Hussain Bokhari: OK sir. Thank you.

سینیٹر راجہ محمد ظفر الحق: جناب چیئرمین! Standing Committee کی جو پچھلی meeting ہوئی تھی اس میں کافی بدمزگی ہوئی۔ وزیر صاحب کا ایک موقف تھا اور FATA Secretariat کا دوسرا موقف تھا۔ وہ Ministry کو اختیارات کی کوئی گنجائش دینے کو تیار نہیں ہیں۔ اس وقت بھی ہم نے یہی suggest کیا تھا اور Hafiz Sahib, Chairman Committee کو بھی میں نے یہی کہا تھا کہ یہ معاملہ وزیر اعظم صاحب ہی resolve کر سکتے ہیں، it is not only a question of answering questions in the House. جیسا کہ خٹک صاحب نے کہا وہاں جو اختیارات کی تقسیم ہے اس میں سارا سسٹم ہی غلط ہے۔

جناب چیئرمین: ٹھیک ہے۔ میں نے جو ruling دی ہے اسی کو آپ endorse کر رہے ہیں. Thank you very much. اگلا سوال میر حاجی لشکری صاحب۔

61. *Senator Nawabzada Mir Haji Lashkari Raisani: Will the Minister for Interior be pleased to state:

(a) the number of CNIC issued to Afghan Muhajireen so far; and

(b) the steps taken by the Government for checking / canceling those CNICs?

Senator A. Rehman Malik: (a) 92,802 Computerized National Identity Cards (CNICs) have been issued to Afghan Muhajireen, who have succeeded in obtaining CNICs on the basis of fake documents and attestations in the absence of Multi Biometric Technology.

After implementation of latest technology 85,032 attempts have been foiled prior to issuance of CNIC where such refugees tried to get registered. Such applications are deferred till verification.

(b) All such CNICs have been blocked and marked as "Fraud", therefore, these CNICs can not be used for any

transaction or activity i.e. preparation of Passport, opening of bank account, acquisition of mobile phone connection etc.

Mr. Chairman: Any supplementary?

سینیٹر نوابزادہ میر حاجی لشکری رئیسانی: جناب والا! اس سوال کے جواب میں وزیر صاحب نے فرمایا ہے کہ 92 thousand computerized National Identity Cards were issued to Afghan refugees اور 85 thousand کے لگ بھگ کو انہوں نے check کر لیا اور fraud کے حوالے سے ان شناختی کارڈوں کو block کر دیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ بانوے ہزار سے زیادہ شناختی کارڈز جاری ہوئے ہوں گے کیونکہ جس افغان مہاجر سے ہم ملتے ہیں اس کے پاس پاکستانی شناختی کارڈ ہوتا ہے۔ بہرحال جتنے شناختی کارڈز کو بھی انہوں نے check کیا ہے ، کیا fake identity cards issue کرنے پر ان لوگوں کے خلاف کوئی fraud کے cases register کیے گئے ہیں جنہوں نے یہ cards issue کیے ہیں یا جنہوں نے fake کاغذات جمع کر کے یہ جھوٹے شناختی کارڈ حاصل کیے۔ کیا کسی کے خلاف کوئی کارروائی ہوئی ہے؟

جناب تسنیم احمد قریشی: جناب والا! جس وقت شناختی کارڈ بنائے گئے تھے اس وقت نادرا کے پاس latest system نہیں تھا اور جس وقت ہمارے پاس automation finger identification system آیا اور official matching آئی، اس وقت یہ پچاسی ہزار کے قریب لوگ declare ہوئے جنہوں نے جعلی شناختی کارڈ bogus documents پر حاصل کیے ہیں تو ہم نے یہ order کیا کہ آئندہ یہ لوگ نادرا کے اس کارڈ پر کوئی business activity نہیں کر سکتے، ان کا bank account بھی نہیں کھل سکتا کیونکہ بالکل clearly instructions جا چکی ہیں ۔ جہاں تک معزز سینیٹر کے اس سوال کا تعلق ہے کہ آیا کسی کے خلاف کوئی کارروائی ہوئی ہے یا نہیں تو جیسا کہ آج کل اخبارات میں آرہا ہے کہ نادار کے پاس registration کروائیں تو ہم ان کو ایک موقع دے رہے ہیں کہ وہ رجسٹریشن کروائیں ۔ اگر وہ رجسٹریشن نہیں کرواتے تو پھر منسٹری مجبور ہوگی کہ ان کے خلاف سخت کارروائی کرے۔

سینیٹر میر ولی محمد بادینی: جناب والا! جو جعلی شناختی کارڈز کی تعداد بتائی گئی ہے وہ بلوچستان میں اس سے زیادہ ہے باقی پاکستان کو آپ چھوڑیں۔ میرا سوال یہ ہے کہ جیسا کہ معزز رکن نے

فرمایا ہے کہ کسی ایک کو بھی سزا نہیں دی گئی جس نے کارڈ جاری کیا ہے یا جس نے حاصل کیا ہے تو مہربانی کرکے ان کے لیے کوئی سزا یا جزا مقرر کر دیں۔

جناب چیئرمین: ٹھیک ہے۔ وزیر صاحب۔

جناب تسنیم احمد قریشی: جناب والا! جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے کہ انہیں ایک موقع دیا جا رہا ہے کہ وہ نادرا میں اپنی رجسٹریشن کروالیں اور جن fake documents کی بنیاد پر انہوں نے اپنے شناختی کارڈز بنوائے ہیں، میں سمجھتا ہوں کہ شاید اس میں نادرا کا عملہ اتنا ذمہ دار نہ ہو، وہ fake documents تھے لیکن جب ان کی verification ہوئی، جس وقت matching ہوئی تو اس میں وہ fake declare ہوئے ہیں۔ اس پر ایک موقع اس لیے دیا جا رہا ہے کہ افغانی لوگ نادرا سے اپنی رجسٹریشن کروالیں۔ اگر نہیں کروائیں گے تو hundred per cent sure ہے کہ ان کے خلاف کارروائی ہو گی۔

جناب چیئرمین: ہمایوں خان صاحب۔

سینیٹر محمد ہمایوں خان: جناب والا! نادرا کی بنیادی ذمہ داری ہے کہ ہر پاکستانی خواہ وہ پاکستان میں کہیں بھی رہ رہا ہو جس شہر میں شناختی کارڈ بنانے کی سہولت ہو، اسے شناختی کارڈ بنا کر دیا جائے لیکن جب سے میں سینیٹر بنا ہوں کراچی میں میرے پاس پختونوں کے بہت سے وفد آئے ہیں اور ان کی یہ مسلسل شکایت ہے کہ یہاں پر یہ کہہ کر ہمارے شناختی کارڈ نہیں بنائے جاتے کہ آپ افغان نیشنل ہیں، جن کو میں جانتا ہوں کہ وہ افغان نیشنل نہیں ہیں۔ آپ افغان نیشنلز کو شناختی کارڈ نہ بنا کر دیں، ہم نہیں کہتے کہ ان کو بنا کر دیں۔ اس مسئلے کا ابھی تک کوئی تدارک نہیں ہے۔ کیا وزیر صاحب بتائیں گے کہ کیا یہ مسئلہ ان کے علم میں ہے، اگر ہے تو انہوں نے اس پر کیا کارروائی کی ہے۔

جناب چیئرمین: وزیر صاحب۔

جناب تسنیم احمد قریشی: جیسا کہ معزز رکن نے کہا ہے کہ یہ شکایت ہے کہ وہ پاکستانی ہیں اور ان کے پاس documentary proof ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ کوئی ایسی بات نہیں کہ ان کا شناختی کارڈ بننے سے روکا جائے۔ اگر اس بیان کے بعد کسی بھی نادرا کے افسر نے یا عملے نے ایسی حرکت کی کہ جو genuine پاکستانی ہیں اور دستاویزات سے ثابت ہے تو ہم ان کے خلاف سخت کارروائی

کریں گے اور لوگوں کے لیے ہم مسائل نہیں پیدا کرنا چاہتے اور نادرا صرف facilitate کرنے کے لیے ہے کہ maximum Pakistanis کی registration ہو سکے۔

جناب چیئرمین: مندوخیل صاحب۔

سینیٹر عبدالرحیم خان مندوخیل: جناب والا! پشتون جہاں بھی ہیں، پنجاب میں ہیں یا سندھ میں ہیں یا کراچی میں ہیں وہ افغان مہاجر ہیں، آپ ذرا وہ ثبوت دکھا دیں جس میں آپ نے افغان مہاجرین کے الفاظ لکھے ہیں۔ یہ تو ٹھیک ہے کہ وہ fake documents یا دوسری چیزیں ہوں گی لیکن یہ بات آپ نے کیسے معلوم کی کہ 90 or 80 thousand لوگ افغان مہاجر تھے یہ کیسے معلوم کیا۔

جناب تسنیم احمد قریشی: میں اتنا ہی عرض کروں گا کہ جس وقت ہمارے پاس latest system نہیں تھا تو اس وقت ان لوگوں کو ان کے documents پر شناختی کارڈ جاری کیے گئے لیکن جس وقت یہ latest system آیا یعنی automatic finger identification system آیا، پہلے صرف دو انگلیوں کے نشان لیے جاتے تھے اور انہی پر کارڈ جاری کیا جاتا تھا، اب نئے سسٹم کے تحت جب comparison کیا گیا تو وہ documents جعلی نکلے اور افغان مہاجرین کے لیے نادرا کا ہم نے ایک سسٹم بنوایا ہے تو اس میں وہ رجسٹریشن کروالیں۔

سینیٹر عبدالرحیم خان مندوخیل: آپ نے کیسے ثابت کیا کہ وہ افغان مہاجرین ہیں-----

جناب چیئرمین: آپ کی بات سمجھ میں آگئی ہے، اس کے لیے آپ call attention notice لے آئیں۔ بلور صاحب۔

سینیٹر الیاس احمد بلور: جناب چیئرمین! آپ کا بہت شکریہ۔ میں معزز وزیر سے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہمارے پختونوں کو صرف کراچی میں شناختی کارڈ نہیں مل رہا۔

جناب چیئرمین: کوئی نئی بات کیجیئے۔ یہ چیز پہلے آچکی ہے۔

سینیٹر الیاس احمد بلور: دوسری بات یہ ہے کہ کیا honourable Minister sahib یہ بتا سکتے ہیں کہ جو انہوں نے 80000 لوگ غلط cards والے پکڑے ہیں کیا ان کے پاس passports بھی ہیں؟ تمام افغان مہاجرین کے پاس دو دو passports ہیں۔

جناب چیئرمین: جی وزیر صاحب۔

جناب تسنیم احمد قریشی: میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ Citizenship Act کے تحت جن کی دستاویزات genuine ہیں، واقعی پاکستانی citizens ہیں، ان کو کوئی problem نہیں ہے اور نہ ہی کسی قسم کی کوئی رکاوٹ ہے۔ ہمیں وہاں problem آرہی ہے، وہ ہمارے افغان بھائی ہیں جنہوں نے fake documents پر cards لیے ہیں۔

جناب چیئرمین: وزیر صاحب! میں دیکھ رہا ہوں کہ تمام ممبران کے اس پر تحفظات ہیں، آپ ان کو اچھی طرح check کریں۔ جی وسیم صاحب۔

سینیٹر وسیم سجاد: میں وزیر صاحب کی توجہ اس جواب کی طرف دلانا چاہتا ہوں، ان کے مطابق 92000 cards افغان مہاجرین کو issue ہوئے تھے، یہ security issue بھی ہے۔ ان میں سے 85000 پکڑے گئے ہیں جو modern technology سے fake پائے گئے ہیں۔ باقی 7000 کیوں نہیں پکڑے گئے؟ ان کی ایسی کونسی modern technology ہے کہ یہ نہیں پکڑے گئے؟ اس بارے میں حکومت کیا اقدامات لے رہی ہے؟

جناب چیئرمین: جی وزیر صاحب۔

جناب تسنیم احمد قریشی: ان شناختی کارڈز کی تعداد بتائی گئی ہے جو انہوں نے NADRA سے computerized issue کروائے تھے اور باقی جو 85000 ہیں، جب ہمارے پاس latest system آیا اس سے یہ DATA tally کیا گیا تو اس میں یہ لوگ locate ہوئے اور جب trace out ہوا تو یہ افغان مہاجرین تھے، جنہوں نے یہ fake documents issue کروائے۔

جناب چیئرمین: جی مولانا صاحب۔

سینیٹر مولانا عبدالغفور حیدری: میں اس حوالے سے یہ گزارش کرنا چاہوں گا کہ مہاجرین دوسرے ملکوں میں جاتے ہیں اور بین الاقوامی ضابطوں کے تحت رہتے ہیں، اس کے بعد وہ واپس بھی جاتے ہیں۔ وزیر صاحب بتائیں کہ کتنا عرصہ ہو گیا ہے کہ مہاجرین وہاں سے آئے اور اب واپس جانے کو تیار نہیں ہیں؟ اب تو ان کی اپنی مرضی کی حکومت بنی ہوئی ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ ہمارے ملک

کا کوئی قانون یا ضابطہ ہے کہ کوئی کتنا عرصہ یہاں رہ سکتا ہے یا کتنا عرصہ یہاں رہے تو اس کو شہریت مل جاتی ہے؟ کراچی میں اس طرح کے ہزاروں لوگ ہیں۔

جناب چیئرمین: حکومت کو چاہیے کہ وہ refugees law بنائیں۔

Mr. Tasneem Ahmed Qureshi: Sir, it needs fresh question.

جناب چیئرمین: جی چانڈیو صاحب۔

سینیٹر مولا بخش چانڈیو: جناب چیئرمین! میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ گزشتہ حکومتوں میں یہ کہا جاتا رہا ہے کہ ہم غیر قانونی مہاجرین کو شناختی کارڈ جاری نہیں کریں گے، ان کو پکڑیں گے اور واپس بھیجیں گے۔ میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ ان چند سالوں میں کون سے غیر قانونی مہاجرین تھے جنہیں واپس بھیجا گیا؟ ان میں برمی ہیں، افغانی ہیں اور بھی مسلمان لوگ ہیں جن کا ٹھیکہ پورے سندھ نے اٹھایا ہوا ہے، ان میں سے کتنوں کے شناختی کارڈز cancel ہوئے ہیں، کتنوں کو واپس کیا گیا ہے؟

Mr. Chairman: It is a fresh question. Yes, Semeen Sahiba.

سینیٹر سیمیں صدیقی: جونہی شناختی کارڈ کی date expire ہوتی ہے اور لوگ اس کو renew کروانے کے لیے جاتے ہیں تو کیا کوئی ایسا قانون ہے کہ ان کے شناختی کارڈز روک لیے جائیں؟ پہلی دفعہ تو ان کی investigation ہوتی ہے اور اس کے بعد اسے شناختی کارڈ issue ہوتا ہے۔ وہی شناختی کارڈ اگر پیسے دے دیں تو مل جاتا ہے اور کوئی excuse بھی نہیں ہوتا۔ اگر پیسے کے بغیر لوگ لینا چاہیں تو اس کی میعاد extend نہیں کی جاتی اور کہتے ہیں کہ یہ case اسلام آباد گیا ہوا ہے۔ جناب! شاید آپ کو اس کا علم نہیں ہے، اس میں بڑی رشوت چل رہی ہے۔ اس کا rate چار ہزار سے لے کر آٹھ ہزار روپے تک ہے۔ جناب! کیا کوئی ایسا rule ہے کہ شناختی کارڈ کو دوبارہ renew نہیں کیا جائے گا؟ یہ سارے لوگ voter list میں درج ہو چکے ہیں چاہے یہ بنگالی ہیں یا کوئی اور ہیں۔

جناب چیئرمین: جی وزیر صاحب۔

جناب تسنیم احمد قریشی: جناب! جب کارڈ expire ہو جاتا ہے تو اس کو renew کروانے کے لیے لوگوں کو وہاں جانا پڑتا ہے۔ اب ہمارے پاس ایک نیا سسٹم آچکا ہے۔ جب پہلی دفعہ cards بنے تھے تو اس وقت two fingers print تھے۔ اب دس انگلیوں کے prints لیے جاتے ہیں۔ اس میں facial match بھی کیا جاتا ہے۔ اس میں کوئی پریشانی نہیں ہے۔ اس کا مرکز اسلام آباد ہے اور یہاں NADRA کے head office سے تمام data collect کر کے دوسری جگہ پہنچایا جاتا ہے۔ اسی وقت وہاں سے شناختی کارڈ نہیں مل سکتا، اس میں date دی جاتی ہے اور کوشش کی جاتی ہے کہ service on door دی جائے اور انہیں ان کے گھروں تک deliver کیا جاتا ہے۔

جناب چیئرمین: جی حاجی لشکری صاحب اگلا سوال۔

62. *Senator Nawabzada Mir Haji Lashkari Raisani: Will the Minister for States and Frontier Regions be pleased to state the number of Afghan refugees staying in Pakistan at present and the mechanism devised for their monitoring?

Mr. Najmuddin Khan: At present 1.720 Million registered Afghan refugees are residing in Pakistan. Another estimated one million un-registered Afghan refugees are also residing in Pakistan.

The registered Afghan refugees are repatriated through the Voluntary Repatriation Centers (VRCs) in Hayatabad, NWFP and Baleli, Balochistan with the help of United Nations High Commissioner for Refugees (UNHCR). The data of registered Afghans is maintained by NADRA. They are considered de-registered at the time of repatriation by marking the PoR cards. Iris recognition is carried out to ensure that the person has not received UNHCR assistance earlier and to identify the recyclers. Any illegal activities of the Afghan refugees are checked by the concerned Provincial Governments. Those Afghans who could not get

themselves registered, are considered illegal immigrants and deported when apprehended.

A revised management and repatriation strategy/policy for afghan refugees in Pakistan for the years 2010−2012 has, however, been devised in consultations with the stakeholders, which is expected to be finalized soon by a high−level Committee constituted by the Cabinet on 6th January 2010.

Mr. Chairman: Any supplementary question?

سینیٹر نوابزادہ میر حاجی لشکری رئیسانی: میرا وزیر صاحب سے یہ سوال ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ 1.720 million افغان مہاجرین registered ہیں اور اس کے علاوہ تقریباً اسی تعداد کے اور لوگ بھی ہیں۔ کیا ان کی وزارت نے کوئی door to door survey کروایا ہے کہ پورے ملک میں کتنے افغان مہاجرین ہیں اور وہ کس کس شہر میں رہتے ہیں؟

انہوں نے جواب میں کہا ہے کہ stakeholders کے ساتھ رابطے کے بعد 2012 تک ان کو repatriate کرنے کا منصوبہ بنایا گیا ہے۔ کن قوتوں نے افغانیوں کو ہمارے ملک میں بسایا؟ آیا یہ اقوام متحدہ ہے جس نے ان کو یہاں بسایا ہے؟ اگر اس میں کوئی stakeholders ہیں تو ان کا نام بتایا جائے؟

جناب چیئرمین: جی وزیر صاحب۔

جناب نجم الدین خان: جناب چیئرمین! جیسے لشکری صاحب نے فرمایا، ہم نے census کے ذریعے تمام پاکستان میں جتنے افغان refugees تھے ان کی registration through NADRA کی ہے اور ان کو PoR کارڈز بھی دیے گئے ہیں۔ اب 1.7 million ہمارے پاس ہیں اور باقی ہم نے repatriation کے ذریعے واپس بھیج دیے ہیں۔ اس طرح ہماری پاکستان میں ایک Commissioner for Afghan Refugees ہے اس کی management بھی ہے جو تمام صوبوں اور districts میں administration ہے، وہ ان کی monitoring بھی کرتے ہیں اور جو ان کے مسائل ہیں ان کو حل کرنے کے لیے کوشش بھی کرتے ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ جو stakeholder ہے اس میں تین factors involve ہوتے ہیں یعنی Government of

United Nations جو کہ Pakistan, Government of Afghanistan and UNHCR کا ادارہ ہے۔ یہ تینوں بیٹھ کر ان کا طریقہ کار بنا رہے ہیں کیونکہ اس میں افغان گورنمنٹ بھی شامل ہے۔ جب افغان refugees واپس چلے جاتے ہیں تو ان کے لیے وہاں مکانات تعمیر کرنا، اس کے لیے کوئی زمین فراہم کرنا اور ان کے لیے کوئی روزگار فراہم کرنا، ان تمام چیزوں کے لیے UNHCR کے ساتھ ہماری coordination ہے۔ یہ تینوں فریق مل بیٹھ کر ان کے لیے طریقہ کار بنا رہے ہیں۔ اب ہمارے پاس 1.7 million Afghan refugees ہیں جو registered ہیں۔ اس کے علاوہ میں یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ ان کی تو ہم supervision کر رہے ہیں لیکن تین ملین جو unregistered Afghan refugees ہیں ان کا معاملہ Provincial Government کے ساتھ ہے کیونکہ ہماری سرحدوں پر ابھی تک کوئی ایسا نظام نہیں ہے جو ان لوگوں کو چیک کرے، لوگ آتے جاتے رہتے ہیں، یہ چیز الگ ہے اور جو PoR cards کے ذریعے ہمارے ساتھ ہیں وہ 1.7 million ہیں۔

جناب چیئرمین: جی زاہد صاحب۔

سینیٹر محمد زاہد خان: جناب! افغان refugees کا ذکر تو آتا ہے کہ کتنے ہیں، کہاں ہیں اور وہ کیسے ہیں لیکن یہ بتایا جائے کہ جو کشمیری refugees ہیں بنگلہ دیشی ہیں، برمی ہیں ان کی کوئی تعداد یا location معلوم ہے کہ وہ کہاں ہیں؟

Mr. Chairman: This question is only with regard to Afghan refugees.

زاہد صاحب آپ نیا سوال دے دیں۔ جی حافظ رشید صاحب۔

سینیٹر حافظ رشید احمد: شکریہ جناب چیئرمین صاحب۔ وزیر صاحب نے افغان مہاجرین کے واپس جانے کے متعلق اقدامات کی بات کی ہے لیکن میں یہ پوچھنا چاہوں گا کیونکہ ہمارا تعلق فاٹا سے ہے جو border پر ہے، یہاں پر United Nations والے اور حکومتِ پاکستان ان کو کچھ مراعات دے کر واپس بھیج دیتی ہے۔ میرے علم کے مطابق یہ لوگ پھر واپس آجاتے ہیں تو ان کو روکنے کے لیے حکومت کیا اقدامات اٹھا رہی ہے؟

جناب چیئرمین: جی منسٹر صاحب۔

جناب نجم الدین خان: جناب چیئرمین! UNHCR اور ہماری منسٹری کے ذریعے تقریباً 100ڈالرز ان کو دے کر فارغ کر دیتے ہیں۔ ان کے پاس بھی وہی کارڈ ہیں جو NADRA نے بنائے ہیں۔ جب وہ چلے جاتے ہیں تو ان کے کارڈز ہم cancel کراتے ہیں اور جب واپس آتے ہیں تو وہ Afghan refugees کے زمرے میں نہیں آتے ہیں، وہ unregistered ہوتے ہیں اور کسی وقت بھی حکومت ان کو پکڑ سکتی ہے۔ ہمارا ان کے ساتھ اتنا زیادہ کام نہیں ہے۔ وہ Interior اور provincial government کا کام ہے کہ ان کو پکڑیں اور واپس بھیجیں۔

جناب چیئرمین: جی ڈاکٹر مالک صاحب۔

سینیٹر ڈاکٹر عبدالمالک: جواب میں بتایا گیا ہے کہ unregistered Afghan refugees 1.720 million ہیں۔ منسٹر صاحب ابھی کہہ رہے ہیں کہ تین ملین ہیں۔ اب اتنا فرق آ رہا ہے، یا تو یہ غلط ہیں یا جو منسٹر صاحب statement دے رہے ہیں اس میں کافی فرق ہے۔

جناب چیئرمین: جی منسٹر صاحب۔

جناب نجم الدین خان: جواب میں 1.720 million لکھا ہوا ہے لیکن جو لوگ assessment کر رہے ہیں اندازہ یہی ہے کہ پاکستان کی سطح پر تقریباً تین ملین unregistered Afghan refugees ہیں کیونکہ ان کے ساتھ کوئی documents نہیں ہوتے ہیں۔ سرحدوں پر آتے جاتے ہیں تو ہمارا تجزیہ ہے اس کے مطابق تین ملین ہیں۔

جناب چیئرمین: جی سلیم سیف اللہ خان صاحب۔

سینیٹر سلیم سیف اللہ خان: جناب! میرا سوال ہے کہ ان مہاجرین پر حکومت کتنا خرچہ کر رہی ہے اور اس خرچے میں UNHCR اور دیگر donor countries کتنا تعاون کر رہے ہیں؟

جناب چیئرمین: جی منسٹر صاحب۔

جناب نجم الدین خان: جناب! یہ تو fresh question ہے۔ UNHCR اور دیگر ممالک تعاون کر رہے ہیں لیکن fresh question دے دیں تاکہ میں details ان کو فراہم کروں۔

جناب چیئرمین: جی خٹک صاحب، آخری سوال۔

سینیٹر افرا سیاب خٹک: افغان مہاجرین کے بارے میں کافی باتیں ہوئی ہیں لیکن لوگ یہ بھول جاتے ہیں کہ جو لوگ ان کو لائے تھے اس وقت انہوں نے کہا کہ ہم انصار ہیں جیسا کہ مدینہ لوگ ہجرت کر کے گئے تھے، اس لئے بین الاقوامی قوانین کو ہم نے نہیں مانا۔ ہم ابھی تک International قانون کو نہیں مانتے۔ اس لئے میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا یہ ممکن ہے کہ Geneva convention کو ہم sign کریں اور اس کے signatory بن جائیں؟

جناب چیئرمین: میرے خیال میں اس پر refugee law بھی بننا چاہیے۔ پاکستان کے اندر refugee law بھی نہیں ہے۔ جی منسٹر صاحب۔

جناب نجم الدین خان: میرے خیال میں پاکستان میں ابھی تک refugee law نہیں ہے۔ ہم نے کئی دفعہ لکھ کر دیا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ ان پر کام ہو رہا ہے۔ پاکستان میں ابھی تک refugee law کی implementation نہیں ہے۔

Mr. Chairman: We are host to the largest number of refugees after Rwanda

اس کے لئے قانون بنانا بہت ضروری ہے۔ جی پروفیسر صاحب۔

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد: جناب چیئرمین! میرا خیال یہ ہے کہ refugee law ہمارے ہاں بہت ضروری ہے۔ اس میں تاخیر بھی ہو رہی ہے۔ بین الاقوامی قوانین اور روایات کے ہم خلاف جا رہے ہیں۔ یہ میں کہوں گا کہ Law Ministry کو خاص طور پر سینیٹ کی طرف سے یہ تجویز دی جائے کہ جلد از جلد refugee law بنایا جائے۔

جناب چیئرمین: میرے خیال میں refer کریں۔ Next question حاجی لشکری صاحب۔ سوال نمبر پڑھ لیجیے۔

63. *Senator Nawabzada Mir Haji Lashkari Raisani: Will the Minister for Interior be pleased to state whether it is a fact that a number of Burmese nationals have recently been issued Pakistani Passports, if so, the number of such persons to whom passports were issued?

Senator A. Rehman Malik: No case has been reported recently regarding issuance of regular Pakistani passport to Burmese nationals.

Mr. Chairman: Any supplementary question?

سینیٹر نوابزادہ میر حاجی لشکری رئیسانی: جناب! میں نے منسٹر صاحب سے پوچھا ہے کہ کتنے برمی مہاجرین کو پاکستانی پاسپورٹ issue ہوا ہے؟ یہاں پر تو انہوں نے کہا ہے کہ کسی ایک کو بھی نہیں ہوا ہے۔ جناب چیئرمین! میں کئی برمی لوگوں سے سعودی عرب میں ملا ہوں جو پاکستانی پاسپورٹ ہولڈرز ہیں اور باقاعدہ قانونی طور پر پاکستان آکر renew کراتے ہیں۔ میرا یہ سوال ہے کہ جو انہوں نے جواب دیا ہے وہ ٹھیک نہیں ہے۔ ایک دفعہ پھر پوچھ لیں کیونکہ پاکستان کو مہاجرستان بنا دیا گیا ہے۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ پچھلے دنوں بنگالی مہاجرین نے کراچی میں ایک احتجاجی مظاہرہ کیا تھا جناح صاحب کے مزار کے سامنے۔ کیا ان بنگالی مہاجرین کو قانونی حیثیت دی گئی ہے یا ان کے خلاف کارروائی ہوگی؟

جناب چیئرمین: یہ سوال آپ کا برمیوں کے متعلق ہے۔ بنگالیوں کے لئے fresh question ہو جائے گا۔ برمیوں کے بارے میں منسٹر صاحب آپ جواب دیں۔

جناب تسنیم احمد قریشی: جناب! ان کا question بالکل ٹھیک ہے۔ اس میں انہوں نے پوچھا ہے کہ پاکستان کے اندر کسی برمی کو پاسپورٹ issue کیا گیا ہے؟ اس میں جواب بالکل یہی ہے لیکن اس کو add کرتے ہوئے جیسا کہ انہوں نے کہا ہے کہ سعودی عرب میں کافی برمی ان کو ملے ہیں جن کو پاکستانی پاسپورٹ issue کئے گئے ہیں تو یہ جنرل ضیاء الحق نے اپنے دور میں کیا۔ جس وقت یہ لوگ وہاں گئے اس وقت پاکستان تقسیم ہوا اور یہ وہاں پر سعودی عرب وغیرہ میں موجود تھے۔ تو ان لوگوں کو نہ انہوں نے consider کیا اور نہ ادھر کے لوگوں نے consider کیا تو ان کی request کے اوپر جنرل ضیاء الحق نے ان کو عارضی پاسپورٹ issue کرنے کی ہدایت کی، جو ایک سال کے period کے لیے تھی۔ تو یہ بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں کہ یہ ایک بہت بڑا مسئلہ ہے اور اس کو ہمیں کابینہ میں لے جانے کی ضرورت ہے اور ہمیں decide کرنا چاہیے کہ ہم اس کا کیا کریں؟

جناب چیئرمین: آپ کابینہ میں یہ بات لے جائیں ناں۔

جناب تسنیم احمد قریشی: وہ بالکل اس چیز کو consider کر رہے ہیں۔ ہم بھی جب سعودی عرب میں عمرے کے حوالے سے گئے تھے تو وہ لوگ ہمیں ملے تھے۔ یہ ایک بڑا issue ہے، اس کو resolve کرنا چاہیے۔

جناب چیئرمین: ٹھیک ہے، یہ Cabinet میں لے جانے کی بات کر رہے ہیں۔ They are taking up the matter in the Cabinet. جی محمد زاہد خان صاحب۔

سینیٹر محمد زاہد خان: جناب! میں نے معزز وزیر صاحب سے پہلے بھی کہا تھا کہ اخبارات میں ہم دیکھتے ہیں اور TV پر بھی دیکھتے ہیں کہ مقبوضہ کشمیر سے بھی مہاجر آرہے ہیں۔ بنگلہ دیش سے بھی آئے ہیں، برما سے بھی آئے ہیں، چیچن بھی آئے ہیں، ازبک اور عرب کے لوگ بھی آئے ہیں۔ کیا آپ کے پاس ان کی registration کا کوئی طریقہ ہے یا کیا آپ نے ان لوگوں کو register کیا ہے یا کہاں وہ رہ رہے ہیں؟ ایسا کوئی طریقہ کار وزارت داخلہ کے پاس ہے کہ وہ اس کی چھان بین کرکے ان کی تعداد معلوم کریں اور House کو بتا دیں۔

جناب تسنیم احمد قریشی: یہ fresh question دے دیں تو details فراہم کر دوں گا۔

جناب چیئرمین: جی حافظ رشید صاحب۔

سینیٹر حافظ رشید احمد: جناب! 71, 75 and 76 میرے questions ہیں۔ ان کے متعلق بھی یہی بتایا گیا ہے کہ جواب موصول نہیں ہوا۔ تو میں آپ سے request کرتا ہوں کہ ان کو بھی defer کر دیں۔ ایسا نہ ہو کہ وہ بالکل ختم ہی ہو جائیں۔ آپ ہدایات جاری کر دیں۔

جناب چیئرمین: ٹھیک ہے next rota day کے لئے defer کر دیتے ہیں۔ جی سینیٹر سلیم سیف اللہ خان صاحب۔

سینیٹر سلیم سیف اللہ خان: جناب چیئرمین! یہ related question ہے اور ان کے علم میں بھی ہے اور ہر ایک کے علم میں ہے کہ شناختی کارڈ اور پاسپورٹ وغیرہ جعلی بنوائے جاتے

ہیں۔ میرا ان سے یہ سوال ہے کہ پچھلے دو سال میں جب سے یہ برسر اقتدار آئے ہیں اور منسٹر بنے ہیں، کتنے لوگوں کو جو جعلی پاسپورٹ وغیرہ بناتے ہیں انہوں نے پکڑا ہے اور ان کو کتنی سزا دی ہے؟

جناب چیئرمین: جی منسٹر صاحب۔

جناب تسنیم احمد قریشی: یہ question میرا خیال ہے کہ پچھلے سیشن میں بھی آیا تھا اور اس میں ہم نے پوری details دی تھیں یا وہ میرے خیال میں defer ہو گیا تھا۔ پوری details ہمارے پاس ہیں۔

جناب چیئرمین: ان کو بتا دیجیے گا۔ Next question Haji Ghulam Ali sahib. اس کا reply نہیں آیا ہے۔ اس کو defer کر دیتے ہیں۔ جی پروفیسر صاحب۔

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد: جناب! سوال یہ تھا کہ آیا پاکستان آرمی میں اسلامی تعلیم کے محکمے کو ختم کرنے کی کوئی تجویز حکومت کے زیر غور ہے؟ تقریباً چار ہفتے ہو چکے ہیں مگر اس سوال کا جواب نہیں آیا ہے۔

جناب چیئرمین: بالکل آپ کی بات صحیح ہے۔ منسٹر صاحب! اس سوال کا جواب کیوں نہیں آیا ہے؟

ارباب محمد ظاہر: اس سوال کا جواب منگوایا گیا ہے۔ جواب آجائے گا۔

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد: جناب چیئرمین! اس پر آپ توجہ دیں کہ دو ہفتے کا نوٹس چاہیے ہوتا ہے۔ اس کو چار ہفتے ہو گئے ہیں اور معمولی سوال ہے۔ ڈیپارٹمنٹ نے اپنی ذمہ داریاں ادا نہیں کی۔

جناب چیئرمین: منسٹر صاحب! Next week رکھ لیتے ہیں اور ہر صورت میں اس کا جواب آنا چاہیے۔ Next question, Talha Mahmood sahib, ہارون صاحب، آپ on his behalf. طلحہ محمود صاحب موجود نہیں ہیں۔

65. *Senator Muhammad Talha Mahmood: Will the Minister for Information and Broadcasting be pleased to state:

(a) the number of official advertisements issued to electronic and print media during the last five years

indicating also the amount paid for those advertisements with newspaper−wise and channel−wise break up; and

(b) the criteria laid down for issuance of the said advertisements?

Mr. Qamar Zaman Kaira: (a) The number and amount of Government advertisements released to the newspapers/periodicals during the last five years is as per statement at Annexure−I.

As regards the number and amount of Government advertisements issued to electronic media, the information is being collected from all concerned.

(b) Regarding criteria for release of Government advertisements to print media, they are released to only those newspapers/periodicals which are on the Central Media List. Efforts are made to ensure that advertisements are released in a judicious and transparent manner and in accordance with the specific requirements of the sponsoring departments/ organizations. The disbursement of advertisements is ensured fairly to both the national and regional press under a broad based comprehensive, objective and balanced policy. Factors like circulation, standard, presentation, value, regularity and popularity of a publication forms an important yardstick for releasing the advertisements. Requirements and target area of the departments/organizations are also accorded priority in the selection of media. A 25% quota for regional

press is allocated on the total quantum of advertisements.

(Annexure has been placed on the Table of the House as well as Library)

Mr. Chairman: Any supplementary question?

Senator Haroon Khan: Yes, sir, I have one supplementary.

جواب میں لکھتے ہیں کہ

The disbursement of advertisements is ensured fairly to both the national and regional press under a broad based, comprehensive, objective and balanced policy factors like circulation and standard.

جناب چیئرمین: نہیں، آپ question کر لیجیے۔

سینیٹر ہارون خان: سوال میرا یہ ہے کہ اگر یہ پالیسی ہے تو جنگ گروپ اور جیو کے ads کیوں روکے گئے ہیں۔

جناب چیئرمین: جی منسٹر صاحب۔

سید صمصام علی شاہ بخاری (وزیر مملکت برائے اطلاعات و نشریات): جناب چیئرمین! میں آپ کو کچھ figures پیش کرنا چاہوں گا اور یہ بڑا اچھا سوال انہوں نے کیا تاکہ تمام دنیا کو پتا چل سکے۔ یہ جناب والا! 1599 ملین جنگ گروپ اور نیوز کو collectively ads دیئے گئے ہیں جو باقی تمام گروپس سے زیادہ ہیں۔

سینیٹر ہارون خان: میرا سوال تھا کہ کیا ان کے اشتہارات روکے گئے ہیں۔

سید صمصام علی شاہ بخاری: کچھ نہیں روکا گیا اور ان کو at this point of time policy کے مطابق مل رہے ہیں، کوئی ایسی بات نہیں ہے۔

Mr. Chairman: These are on the record. Yes Malik sahib.

سینیٹر ڈاکٹر عبدالمالک: جناب والا! وزیر صاحب کہہ رہے ہیں کہ ہم بڑی واضح پالیسی کے تحت اشتہارات دیتے ہیں۔ Believe me کہ بلوچستان میں جو اخبارات interior میں پڑھے جاتے ہیں ، چاہے وہ بلوچ علاقے ہوں یا پشتون علاقے ہوں، ان کو آپ کوئی اشتہار نہیں دے رہے۔

آپ نے جو statement دی ہے میں اس سے اتفاق نہیں کرتا۔ وہاں کے کچھ اخبارات روتے بھی ہیں اور اشتہارات لیتے بھی ہیں۔

جناب چیئرمین: اس کا ذرا تدارک کیجیئے، اس کو دیکھ لیجیئے۔

سید صمصام علی شاہ بخاری: جناب والا! پہلے تو اس پر میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ معزز ممبر نے سوال اب کیا ہے، میں نے تو اس کا جواب ابھی دیا ہی نہیں تھا۔ اس میں ایک پالیسی ہے کہ 25% کوٹا regional papers کے لیے مختص ہے۔ پشاور، کوئٹہ یہ ہمارے دونوں بڑے شہر ہیں، صوبائی ہیڈکوارٹرز ہیں لیکن ان کو ہم regional کے طور پر لیتے ہیں اور وہاں کے لیے 25% کوٹا ہے اگر یہ چاہیں تو میں پورا ریکارڈ ان کو پہنچا دوں گا۔

جناب چیئرمین: آپ ذرا ان سے بات کر لیجیئے گا۔ Next question Dr. Khalid Mahmood Soomro.

66. *Senator Dr. Khalid Mehmood Soomro: Will the Minister for Interior be pleased to state:

(a) the details of incidents of terrorism took place in Karachi during the last five years indicating also the date of occurrence, the number of persons killed and injured each case;

(b) whether any compensation has been paid to the families of the victims, if so, its details; and

(c) whether the culprits of the said incidents have been arrested?

Senator A. Rehman Malik: (a) The total (99) cases of terrorism reported in Karachi during the year 2005 to 2010 and number of person killed/ injured in the said incidents are attached as Annex ‘A’.

(b) The compensation paid to the families of civilians/public persons are concerned with District Coordination Officer whereas

Rs300,000 to Rs500,000 are paid to the effective families of each (Shaheed) Police Officer.

(c) The total (10) accused persons have been arrested who were involved in said incidents are attached as Annex 'B'.

(Annexures have been placed on the Table of the House as well as Library)

جناب چیئرمین: جی پروفیسر صاحب کوئی supplementary کریں گے۔

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد: نہیں صرف ریکارڈ کے لیے۔

Mr. Chairman: Next question 67. Abdur Rashid Sahib.

یہ آپ کا سوال ہے اس کو بھی defer کر رہے ہیں۔ یہ آگے چلا جائے گا۔ طلحہ محمود صاحب اگلا سوال۔ موجود نہیں ہیں۔ محترمہ عافیہ ضیاء صاحبہ۔ جی پروفیسر صاحب۔

69. *Senator Mst. Afia Zia: Will the Minister for Railways be pleased to state whether all the railway crossing points in the country are under the supervision of Railway administration, if not, the name of department which is supervising these points?

Haji Ghulam Ahmad Bilour: It is clarified that there are two types of Railway Level Crossings. i.e.:—

1. Manned level crossing.
2. Un-manned level crossing.

The responsibility of supervision of manned level crossing rests with Pakistan Railways. However, many level crossing are maintained at the cost of sponsors who pay for their maintenance and operating cost. As regard un-manned level crossing, they are maintained by Pakistan Railways but safe passage through these level crossings rests with the road users in terms of section 91/1 of Motor Vehicle Ordinance, 1965 which requires the motor driver to be vigilant, stop his vehicle and watch for the movement of the train from either side before negotiating the level crossing. The

responsibility of up-gradation of such level crossings rests with the Provincial /District Governments being road-owing authority of roads passing through these level crossings in terms of provision of Section 12 to be read with section 11(3)(b) of the Railway Act 1890 (Act-XI of 1890) and statutory departmental rules contained in chapter-II of State Railway General Code.

جناب چیئرمین: ٹھیک ہے جی اگلا سوال یہ پروفیسر صاحب! عافیہ صاحبہ کا ہے۔

70. *Senator Mst. Afia Zia: Will the Minister for Interior be pleased to state:

(a) whether there is any proposal under consideration of the Government to allow female employees of ICT police to wear shalwar kameez as uniform; and

(b) whether the said personnel are provided transport facility?

Senator A. Rehman Malik: (a) Lady Police of Islamabad is at Liberty to wear either Shalwar Kameez or Shirt and Pants as per approved pattern and colour of uniform for Islamabad Police:—

i. Kameez /Shirt Sky Blue

ii. Shalwar/Pants Navy Blue

(b) the pick and drop transport facility is being provided to Lady Police during duty hours.

جناب چیئرمین: حافظ عبدالرشید صاحب کا 71 وہی defer ہے۔ اگلا سوال عافیہ ضیاء صاحبہ۔

72. *Senator Mst. Afia Zia: Will the Minister for Railways be pleased to state:

(a) whether it is a fact that the Pakistan Railways is suffering loss, if so, its reasons; and

(b) the steps taken by the Government to overcome these losses?

Haji Ghulam Ahmad Bilour: (a) Pakistan Railways suffered a net loss of Rs18609.120 million during the financial year 2008-2009 due to law and order in the country.

Major Reasons for the Loss were:

i. Lesser commercial activities due to deteriorated law and order in the country.
ii. Damage caused to Railway assets after Shahadat of Mohtarma Benazir Bhutto.
iii. Lack of maintenance of locomotives due to less allocation of fund.
iv. Priority assigned to passenger services and relegation of freight sector.
v. Public Service Obligations (PSO), Loss making sections and services to be maintained for public service obligations.
vi. Constant in increase in fuel prices.
vii. Increase in salary and pensions.
viii. Less allocation to Railways in PSDP as compared to rival modes of transportation.
ix. Limitation on passenger fare increase for public affordability.

(b) The following steps have been taken to overcome the loss.

i. Plugging revenue leakage through out-sourcing.
ii. Operating Freight trains as per timetable.
iii. Reducing turn round time of wagons.
iv. Introduction of dynamic and Market based tariffs.

v. Improvement in quality of services by induction of new locomotive, new high capacity, High speed freight wagons and new passenger coaches.
vi. Installation of Electronic Wagon tracking system (In process).
vii. Reaching out long term contracts with bigger clients and reputed firms in private sector.
viii. Establishment of new freight terminals in private public partnership.

Mr. Chairman: Supplementary question, Haroon sahib.

سینیٹر ہارون خان: میرا سوال یہ ہے کہ انہوں نے کہا ہے کہ ریلوے نے 09-2008 میں 18609.120 ملین نقصان کیا ہے۔ ایک سال پہلے کتنا نقصان تھا۔ یہ بڑھ رہا ہے، یا کم کر رہے ہیں، کیا پلان ہے؟ آپ نے measures تو بہت لکھے ہوئے ہیں وہ ہر دفعہ آتے ہیں اور نقصان بڑھتا جا رہا ہے۔

جناب چیئرمین: جی وزیر صاحب۔

حاجی غلام احمد بلور: انہوں نے جو فرمایا ٹھیک فرمایا۔ اس سال سے گزشتہ سال زیادہ نقصان ہوا۔ اب ہم کوشش کر رہے ہیں کہ اس نقصان کو کسی طریقے سے کم کریں۔ ریلوے کا سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ اس میں بہت بڑی investment کی ضرورت ہے اور وہ investment اس وقت ہو نہیں رہی، یہ ہماری بد قسمتی ہے۔ ہمارے tracks ناکارہ ہو چکے ہیں۔ پچھلے سال 89 locomotives operate کر رہے تھے اب تقریباً 62 ہیں۔ اس لیے ہمارا نقصان کم ہوا ہے۔ اب انشاء اللہ تعالیٰ اگلے سال مزید بہتری کی کوشش کر رہے ہیں۔ اس ہاؤس کی اطلاع کے لیے میں کہوں گا کہ کل ہماری ایک میٹنگ ہوئی تھی جس میں ورلڈ بنک کے نمائندے تھے، ایشین ڈویلپمنٹ بنک کے بھی نمائندے تھے اور JICA کے بھی تھے، ان سب نے ہمارے ساتھ اس پر بات چیت کی۔ ان سب نے ہمارے ساتھ تعاون کا یقین دلایا اور کہا کہ ہم تعاون کریں گے۔ ہم نے ان کو اپنی گزارشات پیش کی ہیں۔ ہمارا infrastructure بہت پرانا ہے، ہماری گاڑیاں پرانی ہیں، ہمارے پاس locomotives نہیں ہیں۔ ہمارا ٹریک بہت پرانا ہے، ہمارے پل بہت پرانے ہو چکے ہیں۔ JICA والوں نے اپنا PC-1 بنایا

ہے اور انہوں نے کہا ہے کہ ٹریک اور پل ہم آپ کو ٹھیک کر کے دیتے ہیں۔ اس کا ہم نے PC-1 بنایا ہے اور feasibility بنا کر ہم اپنی حکومت سے کہیں گے اور آپ کے لیے پیسے لے کر آئیں گے۔

دوسرے locomotives کی جو حالت ہے، ہمیں freight میں کچھ پیسے ملتے ہیں، یہ جو passenger coaches ہیں ان میں نقصان ہوتا ہے۔Freight پر ہم کراچی سے روزانہ ۹ گاڑیاں چلا رہے ہیں جبکہ وہاں پر بیس پچیس گاڑیاں روزانہ بھری کھڑی ہوتی ہیں لیکن ہمارے پاس locomotives نہیں کہ وہ ہم لے سکیں۔ ہم کوشش کر رہے ہیں۔

جناب چیئرمین: جی آپ کا جواب آگیا۔

سینیٹر ہارون خان: جناب والا! جب جاوید اشرف قاضی صاحب نے takeover کیا تھا اس وقت پانچ ارب روپے کا نقصان تھا and he converted that loss into a profit. اب دو تین سال میں 18.6 بلین کا loss ہو گیا تو there is something wrong اب یہ چیزیں یہ کہتے رہیں گے مگر آٹھ مہینے سال کے ہو گئے اور یہ loss اس سال پچھلے سال سے بھی زیادہ ہے۔

جناب چیئرمین: جی ٹھیک ہے۔ پروفیسر صاحب۔

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد: جناب والا! میں پہلی بات تو یہ عرض کروں گا کہ جواب میں جو بنیادی بات کہی گئی ہے وہ یہ ہے کہ due to law and order situation in the country, ٹھیک ہے بعد میں آپ نے اور اسباب بھی دیئے ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ اصل problem آپ نے touch نہیں کیا، وہ ہے کہ mismanagement, incompetence and corruption یہ وہ تین بڑی بڑی وجوہات ہیں جن کی بنا پر ریلوے متواتر خسارے میں جا رہا ہے۔ اگر آپ ہندوستان سے مقابلہ کریں تو ہندوستان میں ریلوے کی سروس عام انسان کے لیے سب سے بڑی facility ہے۔ ہمارے ملک میں سب سے خراب ہے۔

جناب چیئرمین: ٹھیک ہے، آپ کی suggestions آگئیں۔ سینیٹر روف صاحبہ۔

سینیٹر محترمہ سینیٹر روف: جناب والا! وزیر صاحب سے میں یہ پوچھنا چاہتی ہوں کہ کوئٹہ میں ریلوے ٹریک main city سے گزرتا ہے۔ حادثات ہو جاتے ہیں، جانی نقصان ہو جاتا ہے۔ کیا ٹریک کے ساتھ ساتھ fencing wall, حفاظتی دیوار تعمیر کی جائے گی تا کہ ایسے حادثات نہ ہوں۔

جناب چیئرمین: جی وزیر صاحب جواب دیجیئے گا۔

حاجی غلام احمد بلور: جناب والا! پروفیسر صاحب نے جو فرمایا میں اس سے انکار نہیں کرتا ہوں۔ Efficiency میں بھی کمزوری ہے، کرپشن بھی ہے اور وہ ہماری فطرت بن چکی ہے، یہ ہماری بد قسمتی ہے۔ ہر محکمے میں ہے، یہ نہیں کہ صرف ایک محکمے میں ہے۔ ہم کوشش کررہے ہیں کہ اس کو کم سے کم کریں لیکن جو میری بات ہے وہ بھی غلط نہیں ہے۔ انہوں نے انڈیا ریلوے کی بات کی، انڈیا نے اتنی بڑی investment کی ہوئی ہے کہ ہم کبھی سوچ بھی نہیں سکتے۔ انہوں نے 1954 میں اپنا locomotive بنایا۔ ہم آج تک نہیں بنا سکے۔ وہ ریلوے میں سب کچھ بنا رہے ہیں۔ وہ locomotives بنا رہے ہیں، freight wagons بنا رہے ہیں ہر چیز اپنی بنا رہے ہیں ہم کچھ بھی نہیں بنا رہے۔ ہم تو ان سے بہت پیچھے ہیں۔ اس لیے ریلوے میں ہمارا انڈیا کے ساتھ مقابلے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ میری بہن نے fencing کا کہا وہ بہت لمبا مسئلہ ہے، وہ ہمارے بس کی بات نہیں ہے۔ پشاور سے کراچی تقریباً سترہ، اٹھارہ سو میل ہے پھر کراچی سے کوئٹہ بھی بڑا لمبا فاصلہ ہے۔ Fencing نہیں ہو سکتی یہ ناممکن ہے۔

جناب چیئرمین: لشکری صاحب، بہت اہم سوال ہے، ہاتھ آپ کا بہت اونچا جا رہا ہے جلدی سے سوال پوچھ لیجیئے۔

سینیٹر نوابزادہ میر حاجی لشکری رئیسانی: میرا وزیر صاحب سے یہ سوال ہے کہ اس وقت ریلوے خسارے میں جارہی ہے اور زمینیں بیچ کر خسارہ پورا کررہے ہیں۔ کیا کسی professional consultant کو hire کرنے کی تجویز زیر غور ہے کہ اس خسارے والے ریلوے کو منافع بخش بنایا جائے۔

جناب چیئرمین: جی وزیر صاحب۔

حاجی غلام احمد بلور: میں نے عرض کیا تھا اور جو انہوں نے فرمایا تو کل ہم نے ان سے یہی بات کی ہے کہ ہمیں اچھا، بہترین consultant دیں اس کی ادائیگی بھی ورلڈ بینک والے ہی کریں گے۔ میں یہاں پر بار بار یہی کہوں گا کہ اگر ہمارا ٹریک بہتر ہوجائے، اگر ہمیں locomotives مل جائیں، اگر freight wagons مل جائیں تو انشاء اللہ یہ نقصان، نفع میں بدل سکتا ہے اور ہماری کوشش یہی ہے لیکن اس وقت ہمارے پاس ریلوے کو چلانے کے لیے پیسے نہیں ہیں۔

جناب چیئرمین: ٹھیک ہے۔ مشہدی صاحب آپ کا reply نہیں آیا اس کو next week پر رکھ لیتے ہیں۔ ٹھیک ہے جی۔

Senator Col. (R) Syed Tahir Hussain Mashhadi: Then sir, I will come to the most important question, violence against women.

آپ کو پتا ہے ہماری عورتوں پر پورے پاکستان میں ظلم ہو رہا ہے۔

Mr. Chairman: I am keeping it for next week[1].

ڈاکٹر خالق پیرزادہ، آپ کا آخری سوال ہے۔

74. ***Senator Dr. Abdul Khaliq Pirzada:** Will the Minister for Defence be pleased to state:

(a) the number of Hajj flights cancelled during the months of October and November 2009;

(b) the reasons for cancellation of the said flights;

(c) the number of pilgrims affected by the cancellation of those flights; and

(d) the alternate arrangements made for the said pilgrims?

Ch. Ahmad Mukhtar: (a) A total of Six flights from Pakistan to Jeddah were cancelled during Pre-Hajj Operation-2009.

(b) The Hajj flights were cancelled due to delay in allocation of bar codes to Hajj group organizers from Saudi Authorities which resulted in seat allocation and visa problems.

(c) Total number of 2808 pilgrims were affected by the cancellation of these 6 flights.

(d) As an alternate arrangement, PIA provided additional capacity as per requirement of Ministry of Religious Affairs from

---

[1] *[Question No. 67, 71, 75 and 76 were deferred for the next rota day while Question No.73 was deferred for the next week by the orders of Mr. Chairman.]*

Karachi, Peshawar, Quetta and Lahore for transportation of leftover/remaining Hajjis.

جناب چیئرمین: کوئی supplementary ہے تو کر لیجیئے۔

سینیٹر ڈاکٹر عبدالخالق پیرزادہ: اس میں جو پوچھا گیا تھا، مذکورہ پروازوں کی منسوخی کی وجوہات تو انہوں نے بتا دیں لیکن ان سے کتنے حجاج متاثر ہوئے تھے اور ان کے لیے متبادل کیا انتظامات کئے گئے اس کا کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ کہتے ہیں کہ باقی کو ہم نے تین، چار شہروں سے بھیج دیا ہے لیکن متاثرین کا کیا ہوا۔

جناب چیئرمین: جی جواب دیجیے۔ آخری سوال ہے، کیونکہ وقت پورا ہو گیا ہے۔

ارباب محمد ظاہر (وزیر مملکت برائے دفاع): ان کو بعد میں flights provide کی گئی تھیں اور ان کو بھیجا گیا تھا۔

Mr. Chairman: Thank you, now the Questions Hour is over.[2]

68. *Senator Muhammad Talha Mahmood: Will the Minister for Information and Broadcasting be pleased to state the details of income and expenditure of Pakistan Broadcasting Corporation during the last five years with head-wise and year-wise break up?

Mr. Qamar Zaman Kaira: The head-wise detail of income and expenditure of PBC during the last five years is enclosed at Annex-"A".

---

[2] *[The Questions Hour is being over, rest of the questions and their replies are placed on the table of the House.]*

Annexure-A

PAKISTAN BROADCASTING CORPORATION
HEADQUARTERS ISLAMABAD
DETAIL OF INCOME AND EXPENDITRES FOR THE LAST FIVE YEARS
FROM 2005 TO 2009

(Rupees in Million)

	2005	2006	2007	2008	2009
INCOME					
SUBSIDY FROM GOVERNMENT	1,294.51	1,304.00	1,500.00	1,576.00	1,720.74
ADVERTISEMENT INCOME	148.67	138.40	163.88	163.41	132.63
MISCELLANEOUS INCOME	20.31	92.16	26.09	27.90	38.32
TOTAL	1,463.50	1,534.56	1,689.98	1,767.31	1,891.70
EXPENDITURES					
SALARIES AND ALLOWNCES	530.44	608.51	670.67	727.42	786.19
PENSION AND GRATUITY	177.58	171.55	193.97	250.24	306.22
PERSONNEL EXPENSES	207.85	210.13	267.11	305.45	299.65
TRAVELLING AND CONVEYANCE	35.38	42.99	44.71	43.73	52.20
PROGRAMME EXPENSES	107.00	104.49	124.67	118.80	109.36
NEWS EXPENSES	34.85	38.37	42.75	54.29	48.08
OTHER ADMINISTRATIVE EXPENSES	77.42	86.51	89.42	109.62	127.52
REPAIR AND MAINTENANCE EXPENSES	10.55	11.35	14.66	11.19	11.81
STORES AND SPARES CONSUMED	17.11	19.09	23.40	27.47	13.76
DEPRECIATION	74.28	72.87	74.08	73.05	69.86
POWER & FUEL CHARGES	156.66	161.07	160.55	163.56	179.18
PROVISION,WRITTEN OFF OF ASSETS AND INSURANCE LOSS	0.73	50.27	56.60	10.77	3.90
TOTAL	1,429.85	1,577.21	1,762.60	1,895.56	2,007.73
NET SURPLUS/ (DEFICIT) BEFORE TAXATION	33.65	(42.65)	(72.62)	(128.25)	(116.03)

جناب چیئرمین: اب leave applications لے لیتے ہیں۔

Leave of Absence

جناب چیئرمین: جناب احمد علی صاحب نے ذاتی مصروفیات کی بنا پر مورخہ 15 تا 29 فروری کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے ؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: پروفیسر محمد ابراہیم خان صاحب نے ذاتی مصروفیات کی بنا پر آج مورخہ 16 فروری کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے ؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: جناب مولانا محمد خان شیرانی صاحب ذاتی مصروفیات کی بنا پر مورخہ 9 تا 12 فروری اجلاس میں شرکت نہیں کر سکے تھے اس لیے انہوں نے ان تاریخوں کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے ؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: جناب مشاہد اللہ خان صاحب نے ناسازی طبیعت کی بنا پر مورخہ 16 فروری تا اختتام حالیہ اجلاس تک اس ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: جناب نعیم حسین چٹھہ صاحب بعض مصروفیات کی بنا پر مورخہ 12 فروری کو اجلاس میں شرکت نہیں کر سکے تھے۔ اس لیے انہوں نے اس تاریخ کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے ؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: ڈاکٹر کھٹومل جیون صاحب ذاتی مصروفیات کی بنا پر مورخہ 15 فروری کو اجلاس میں شرکت نہیں کر سکے تھے اس لیے انہوں نے اس تاریخ کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: محترمہ سیمیں صدیقی صاحبہ ناسازی طبیعت کی بنا پر مورخہ 15 فروری کو اجلاس میں شرکت نہیں کر سکی تھیں اس لیے انہوں نے اس تاریخ کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے ؟

(رخصت منظور کی گئی)

Mr. Chairman: Mashhadi sahib, please move item No.3.

Presentation of Report of the Committee on Rules of Procedure and Privileges

Senator Col. (R) Syed Tahir Hussain Mashhadi: Thank you Mr. Chairman. I, the Chairman, Committee on Rules of Procedure and Privileges, move that under sub-Rule (1) of Rule 171 of the Rules of Procedure and Conduct of Business in the Senate, 1988, the delay in presentation of report of the Committee on the Privilege Motion regarding non-compliance with the Constitutional provision contained in Article 61 read with Article 54(2) requiring the Senate to meet for at least 90 days in a year, be condoned till today.

Mr. Chairman: It has been moved that under sub-Rule (1) of Rule 171 of the Rules of Procedure and Conduct of Business in the Senate, 1988, the delay in presentation of report of the Committee on the Privilege Motion regarding non-compliance with the Constitutional provision contained in Article 61 read with Article 54(2) requiring the Senate to meet for at least 90 days in a year, be condoned till today.

(The motion was carried)

Mr. Chairman: Col. Mashhadi sahib, please move item No.4.

Senator Col. (R) Syed Tahir Hussain Mashhadi: Thank you Mr. Chairman. I as the Chairman, Committee on Rules of Procedure and Privileges, hereby present the report of the Committee on the Privilege Motion regarding non−compliance with the Constitutional provision contained in Article 61 read with Article 54(2) requiring the Senate to meet for at least 90 days in a year,

Mr. Chairman: Report stands presented. Now, come to legislative business.

نیر بخاری صاحب! ڈاکٹر صاحب موجود نہیں ہیں۔ کیا اس کو defer کر دیں۔

سینیٹر سید نیر حسین بخاری: جناب! اگر اس کو later part of the day پر take up کر لیں تو بہتر ہو گا۔

جناب چیئرمین: ٹھیک ہے یا پھر اس کو defer کر دیتے ہیں کیونکہ پھر Commenced Motion پر debate start ہو جائے گی۔

سینیٹر سید نیر حسین بخاری: ٹھیک ہے جناب والا! اس کو defer کر دیں۔

جناب چیئرمین: ٹھیک ہے۔ کل کے لیے اس کو defer کر دیتے ہیں[3]۔

We may now take up item No.7 regarding further discussion on the Motion moved by Mr. Mohammad Ishaq Dar on 10th February, 2010 on the prevailing law and order situation in the country.

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد: جناب چیئرمین! اس کے بعد points of order ضرور لیجیے گا۔

جناب چیئرمین: ضرور لیں گے، بالکل لیں گے کیونکہ آپ لوگوں کی مرضی سے ہی ہم پہلے لینا چاہتے تھے، پھر آپ ہی لوگوں کی مرضی سے بعد میں لے رہا ہوں۔

---

[3] *[Items 5 and 6 of the agenda were deferred for the next day by the orders of Mr. Chairman.]*

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد: آپ کا بہت شکریہ، ہم آپ کے ساتھ چلیں گے لیکن ہمیں موقع ضرور ملنا چاہیے۔

جناب چیئرمین: ضرور ملے گا۔ کل بھی میں نے لیے تھے۔ آپ کو یاد ہے مندوخیل صاحب کا کل بھی لیا تھا۔آخر میں 15 منٹ یا half an hour رکھ لیں گے۔ جی زاہد صاحب! کیا آپ آج تیار ہیں۔ ماشاء اللہ۔ بسم اللہ کیجیئے۔ بخاری صاحب! Interior کے Minister Sahib کو بلایئے جو MOS ہیں۔ اگر وزیر نہیں تو کم از کم MOS کو تو موجود ہونا چاہیے۔ Debate law and order پر ہے۔

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد: جی relevant Minister کو ہونا چاہیے۔ آپ تو دراصل ہمارے آدمی ہیں۔

جناب چیئرمین: اسی لیے میں نے کہا ہے کیونکہ وہ ابھی تو موجود تھے وہ چلے کیوں گئے ہیں۔

سینیٹر محمد زاہد خان: وزراء کا یہ رویہ ہے ہمارے ساتھ، ہمارے ہاؤس کے ساتھ کہ جب بھی یہاں پر کوئی اچھا موضوع آتا ہے تو وہ غائب ہوتے ہیں۔

جناب چیئرمین: اسی لیے تو میں نے بلا لیا ہے۔ میں نے ابھی کہا ہے شاہ صاحب سے۔

سینیٹر محمد زاہد خان: آپ ruling دیا کریں پھر ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ ہم آپ کے ساتھ ہیں، ہم اوپر والوں کے ساتھ نہیں ہیں۔

Mr. Chairman: Thank you, thank you, Zahid sahib. Yes, Mian Sahib.

سینیٹر میاں رضا ربانی: لطیف کھوسہ صاحب بھی موجود نہیں ہیں۔

Mr. Chairman: Yes, I have taken note of it.

ان کے دو سوالات تھے۔

Senator Mian Raza Rabbani: Sir, suspend him for two or three sittings.

جناب چیئرمین: اگلی مرتبہ دیکھیں گے۔ اگر وہ next time نہیں آئیں گے تو we will look into it. کیونکہ اب تو Questions Hour بھی over ہو گیا ہے۔

سینیٹر محمد زاہد خان: جناب والا! وہ ایک دن آئے تو انہوں نے کہا کہ آپ مجھے وقت دے دیں، پھر دوسرے دن بھی کہا کہ مجھے وقت دے دیں۔ اب اگر وہ کہیں تو ان کو وقت نہ دیں۔

Senator Mian Raza Rabbani: Sir, you should suspend him for two sittings at least. This is not the........

جناب چیئرمین: میں بات سمجھ رہا ہوں۔ میں ایک مرتبہ ان کو chance دے دیتا ہوں۔ جی زاہد صاحب۔

Further Discussion on Law and Order Situation in the Country

سینیٹر محمد زاہد خان: شکریہ جناب چیئرمین! جناب! آج ہاؤس میں جو بات چل رہی ہے، کراچی کی صورت حال ہو یا ملک کے باقی حصوں کی صورت حال ہو، وہ بہت گھمبیر ہے اور اس وقت ہمارا ملک جن حالات سے گزر رہا ہے، جس چیز کو ہماری قوم face کر رہی ہے وہ بہت مشکل ہے۔ظاہر ہے یہ حالات قوم کے یا ہماری موجودہ حکومت کے یا کسی کے پیدا کردہ نہیں ہیں۔ ابتداء سے دیکھیں تو دو ڈکٹیٹر تھے جن کے دو decades تھے۔ایک تو ضیاء الحق تھا جس نے cold world war کے لیے اپنا کندھا آگے کیا اور آج ہمارا ملک جس عذاب میں مبتلا ہے اس کا سبب بنا۔ افغان war کے لیے آپ ڈالر لے رہے تھے۔ کلاشنکوف کلچر یا ہیروئن کلچر کو ضیاء الحق سے پہلے کوئی نہیں جانتا تھا نہ کوئی پہچانتا تھا، نہ کوئی پختون نہ کوئی قبائل۔ آج جب بھی یہ مسئلہ اٹھتا ہے تو سارا مسئلہ قبائلیوں پر ڈال دیا جاتا ہے۔ اس میں قبائلیوں کا کوئی قصور نہیں ہے۔ یہ قصور اس establishment کا ہے جس نے جنگ کے لیے اپنا کندھا دیا اور امریکہ ویت نام کا بدلہ لینے کے لیے افغانستان میں آیا اور اس میں وہ لوگ بھی اس ڈکٹیٹر کے ساتھ شریک تھے۔ وہ بھی اس میں حصہ دار تھے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ وہ بھی اس کا حصہ تھے جن حالات سے آج ہم دوچار ہیں، جس کے لیے ہم رو رہے ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ اسلحہ کہاں سے آ رہا ہے؟ اسلحہ کیسے جا رہا ہے؟ لوگ کہتے ہیں کہ درہ آدم خیل میں اسلحہ بنتا ہے، وہ بنتا تھا وہ کب کا ختم ہو چکا ہے ۔اب اس کو بنانے کی ضرورت ہی نہیں پڑتی ہے ۔ہم نے افغانستان میں ایک ایسا کارخانہ

کھول دیا ہے۔۔۔۔۔ اور جس وقت ہم کہہ رہے تھے کہ دیکھیں! یہ آگ جو آپ ادھر لگا رہے ہیں، یہ آگ ادھر نہیں رکے گی تو ہمیں کیا کیا طعنے نہیں دیے گئے، کبھی روس کا ایجنٹ بنا دیا، کبھی ہندوستان کا کبھی کس کا بنا دیا لیکن دس سال کے بعد وہی لوگ جو ہمیں یہ کہتے تھے اب وہ realize کر رہے ہیں کہ واقعی ہم اس آگ کو support نہ کرتے تو بہتر تھا، آج یہ آگ جو ہمارے گلے پڑی ہے جس کی وجہ سے ہماری قوم اور ہم اس مصیبت میں مبتلا ہیں۔ ہماری معیشت پٹ رہی ہے۔ ہمارے ملک کی بنیادیں کھوکھلی ہو رہی ہیں۔ اس کی main وجہ وہی ہے اور ہم آج بھی اس سے سبق نہیں سیکھ رہے۔ اس ڈکٹیٹر نے اس ملک کے لیے ایک ایسا عذاب نازل کیا کہ آج تک ہم اس میں مبتلا ہیں۔ وہ 90 دن میں انتخابات کرانے کے لیے آیا تھا۔ اس کو بڑھانے کے لیے گیارہ سال تک اس نے امریکہ کا ساتھ دیا۔ اس وقت کوئی پارلیمنٹ، کوئی پولیٹیکل پارٹی نہیں تھی اور اس نے جو بھی فیصلے کیے۔۔۔۔۔ آج جو ہم امریکہ کے لیے رو رہے ہیں یہ تو اس وقت رونا چاہیے تھا جس وقت امریکہ کو یہاں ہم نے خود بلایا تھا۔ یہ ساری ایجنسیاں جو آج یہاں کام کر رہی ہیں، اس وقت ساری ایجنسیاں آئی تھیں اور ہم بڑی خوشی سے ان سے ٹریننگ بھی لے رہے تھے۔ ان میں موساد، CIA اور MI-6 یہ ساری تھیں اور ہم سمجھ رہے تھے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو ہمیں ٹریننگ دے رہے ہیں اور کس کے لیے دے رہے ہیں؟ ہمارا یہ خیال تھا کہ یہ اسلام کے جہاد کے لیے آئے ہیں لیکن ایسا نہیں تھا، وہ اپنے مفادات کے لیے آئے تھے۔ اپنے مفادات کے لیے جنگ لڑ رہے تھے اور اپنے مفادات کی جنگ میں ہمیں گھسیٹ رہے تھے اور ہم بڑی خوشی سے لڑ رہے تھے کیونکہ ہمیں ڈالر مل رہے تھے اور اس کی ابتداء ضیاء الحق نے کی اور پھر پرویز مشرف نے، بقایا جو تھوڑی بہت کسر رہ گئی تھی وہ مشرف نے پوری کر دی ورنہ جب 9/11 ہوا تو تورا بورا پر سارے بارڈر کو سیل کیا گیا۔ آج جنرل بنگش اپنے آپ کو فرشتہ بنانا چاہتے ہیں۔

وہ کور کمانڈر تھا۔ وزیرستان والوں کا کوئی قصور نہیں ہے۔ وزیرستان والوں کو تو پتا بھی نہیں تھا۔ ادھر کے عوام کو تو پتا بھی نہیں تھا۔ یہ بارڈر کھول دیا اور وہاں سے بھگوڑے بھاگ کر ادھر آگئے جو ان کے جہادی تھے۔ اس نے دنیا سے اس وقت جہادیوں کو اکٹھا کیا تھا، جن کو آج دہشت گرد کہہ رہے ہیں، جن کو القاعدہ کا نام دیا جا رہا ہے، یہ باہر کی پیداوار نہیں ہیں۔ اس میں قبائل کا قصور نہیں ہے۔ اس میں کسی پختون کا قصور نہیں ہے۔ نہ افغان پختون کا قصور ہے اور نہ پاکستانی پختون کا قصور ہے، نہ قبائل کا قصور ہے۔ یہ اس اسٹیبلشمنٹ کا قصور تھا جس نے وہ ہمارے گلے ڈال دیے تھے اور پرویز مشرف نے کیا کیا؟ ہماری کچھ ساتھی پارٹیاں اس وقت اس کے ساتھ مل گئیں۔ اس نے اقتدار کو طول

دینے کے لیے یہ راستہ کھولا اور امریکہ کو یہ بتانا چاہا کہ اگر آپ مجھے ہٹائیں گے تو دیکھیں! آج جسے ہم طالبان یا القاعدہ کا نام دے رہے ہیں، وہ نیوکلیئر پر قبضہ کر لیں گے اور پوری دنیا کو آگ میں ڈال دیں گے۔ ایک کو پکڑ کر اس کے حوالے کرتا، دوسرے کو کہتا کہ تم اپنا کام کر لو۔ سوات، مالا کنڈ ڈویژن، قبائلی علاقوں میں آگ پھیلانے والا پرویز مشرف ہے۔ اس میں کسی قبائل، کسی پختون کا قصور نہیں ہے۔ نہ سارے پختون دہشت گرد ہیں، میں طالبان کا نام نہیں لیتا، نہ سارے دہشت گرد پختون ہیں۔ اس میں پورے پاکستان کے وہ لوگ شامل ہیں جنہوں نے جہاد کے نام پر تنظیمیں بنائیں، کشمیر کا بھی بیڑہ غرق کیا، اپنا اور افغانستان کا بھی بیڑہ غرق کیا۔

(ڈیسک بجائے گئے)

آج کراچی آگ میں جل رہا ہے۔ آج کراچی کی صورت حال میرے علاقے سے مختلف ہے۔ ٹارگٹ کلنگ ہو رہی ہے۔ ٹارگٹ کلنگ کرنے والوں کو بھی حکومت گرفتار نہیں کر سکتی۔ خود کش حملے کرنے والوں کو آپ قبائلیوں سے ملا دیتے ہیں، کم از کم ٹارگٹ کلنگ کرنے والوں کو تو آپ گرفتار کر لیتے۔ عوام کے سامنے تو لے آتے کہ یہ کون ہیں جو لوگوں کو مار رہے ہیں۔ دن دیہاڑے مار رہے ہیں۔ دس دس دن یہ سلسلہ چلتا ہے اور تیس چالیس بے گناہ افراد مارے جاتے ہیں، جن کا کوئی قصور نہیں ہوتا۔ کوئی رکشہ چلانے والا ہے، کوئی مزدوری کرنے والا ہے، کوئی چائے کے ہوٹل میں کام کرنے والا ہے۔ جناب! بڑی آسانی سے ہم اس سے جان چھڑانا چاہتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ اس میں اسٹیبلشمنٹ اور ان کے ساتھیوں کا ہاتھ ہے، جنہوں نے دو ڈکٹیٹروں کا ساتھ دیا ہے۔ جس آگ میں اس ملک و قوم کو دھکیلا ہے، جس آگ میں ہم جل رہے ہیں، جھلس رہے ہیں، یہ وہ آگ تھی جس کے بارے میں ہم کہتے تھے کہ افغانستان میں نہ لگاؤ، یہ وہاں تک رکی نہیں رہے گی۔ یہ بات ہمارے بزرگوں نے واضح آواز میں کہی لیکن کسی نے نہیں مانی۔ پھر ہم کہتے تھے کہ یہ قبائلی علاقوں میں آگئی ہے، یہ وہیں تک نہیں رکی رہے گی۔ کسی نے پرواہ نہیں کی۔ کسی نے نہیں دیکھا کہ کون لوگ اس آگ کو اور بھڑکانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ آج بھی قبائلی علاقوں میں آپ کی حکومت کی رٹ نہیں ہے، قبائلی عوام وہاں پر ہائی جیک ہو چکی ہے۔ اس میں ان کا کوئی قصور نہیں ہے۔ آپ قبائلیوں کو مارتے ہیں۔ اس میں ان کا کیا قصور ہے؟ ہم نے وہاں جا کر ان کو bases بنا کر دیں۔ جب تک ہم یہ bases ختم نہیں کریں گے، جب تک ہم اس لیڈر شپ کو ختم یا گرفتار نہیں کریں گے، پاکستان اور اس خطے میں امن قائم نہیں ہو سکتا۔ افغانستان کا امن پاکستان کا امن ہو گا۔ سارے ہمسایہ ممالک کا فرض بنتا ہے کہ وہ افغانستان میں امن قائم کرنے

کے لیے ہاتھ بٹائیں کیونکہ اگر افغانستان میں امن نہ ہو، افغانستان میں دہشت گردی ہو تو یہ پورا خطہ، خصوصاً پاکستان زیادہ اس سے متاثر ہو گا۔ تاریخ پڑھیں، وہاں جب بھی کچھ ہوا، اس میں ہم حصہ دار بنے ہیں۔ اس لیے ہم سمجھتے ہیں اس وقت پورا ملک آگ کی بھٹی میں جل رہا ہے، جس کی وجہ سے ہماری معیشت کمزور ہو رہی ہے۔ ہم لوگوں کو انرجی مہیا نہیں کر سکتے، ہم بیروزگاری پر قابو نہیں پا سکتے۔ مہنگائی آسمان سے باتیں کر رہی ہے، اس کی بنیادی وجہ دہشت گردی ہے۔ جب تک ہم دہشت گردی کو کنٹرول نہیں کریں گے، ہمارے ہاں بیرونی سرمایہ کار تو دور کی بات، ہمارے اپنے لوگ بھی سرمایہ کاری نہیں کریں گے۔ جب تک یہاں سرمایہ کاری نہیں ہو گی، اس وقت تک ہم نہ مہنگائی پر قابو پا سکتے ہیں، نہ بیروزگاری پر قابو پا سکتے ہیں اور نہ ہماری معیشت ٹھیک ہو سکتی ہے۔ اس کے لیے تمام سیاسی جماعتوں، سول سوسائٹی اور ہماری اسٹیبلشمنٹ کو یہ سوچنا ہو گا کہ ہم نے آگے کیا کرنا ہے۔ کیا ہماری جو پینتیس چالیس سال والی پالیسی تھی، اسے آگے بھی جاری رکھنا ہے یا اسے roll back کرنا ہے؟ کیونکہ عوام کے مفاد میں تو یہی ہے کہ اس پالیسی کو ختم کریں اور اس ملک کو ترقی اور خوشحالی کے راستے پر گامزن کریں۔ عوام کے لیے سوچیں اور عوام کے لیے کام کریں۔ اگر آپ یہ سوچیں کہ میں ان تنظیموں سے افغانستان یا کسی اور کو فتح کروں گا تو یہ نہیں ہو گا بلکہ ہم اور زیادہ آگ کے چولہے میں جائیں گے۔ میں آپ کا زیادہ ٹائم نہیں لوں گا۔ اس لیے ہم سمجھتے ہیں کہ جب تک ہم اپنی پالیسی کا از سر نو جائزہ نہیں لیں گے اور تمام سیاسی قوتیں، سول سوسائٹی اور ہماری اسٹیبلشمنٹ بیٹھ کر اس کا حل نہیں نکالے گی، اس وقت تک اس ملک اور اس خطے کا مسئلہ حل نہیں ہو سکتا، امن قائم نہیں ہو سکتا اور جب تک امن قائم نہیں ہو گا، ہمارے حالات ٹھیک نہیں ہو سکتے، سدھر نہیں سکتے۔ میں پھر یہ درخواست کر رہا ہوں کہ سندھ حکومت کو چاہیے کہ وہ بغیر مصالحت کے وہاں کارروائی کرے چاہے وہ کسی بھی پارٹی سے ہو۔ یہ ایم کیو ایم بھی کہہ رہی ہے، ساری جماعتیں کہہ رہی ہیں کہ کوئی بھی دہشت گرد کا ساتھ نہیں دے گا۔ جو بھی دہشت گرد ہے، جو بھی ان معاملات میں ملوث ہے۔ ہماری امام بارگاہیں محفوظ نہیں ہیں، ہمارے عاشورہ کے جلوس محفوظ نہیں ہیں، ہماری مساجد محفوظ نہیں ہیں، ہماری جنازہ گاہیں محفوظ نہیں ہیں، ہمارے ہسپتال محفوظ نہیں ہیں، تو پھر اس ملک میں state کی کون سی بات رہ جاتی ہے؟ اس لیے ہمیں ان سب چیزوں کا جائزہ لینا ہو گا اور کم از کم سندھ کی حکومت یہ کرے کہ وہ لوگ جو اس میں ملوث تھے، ان کو پکڑ کر عوام کے سامنے لائے تاکہ لوگوں کو تسلی تو ہو کہ کوئی چور تو پکڑا گیا، کوئی دہشت گرد تو پکڑا گیا۔ تیس پینتیس سال سے ہم خون میں نہلائے جا رہے ہیں، آج تک کسی کو نہیں پکڑا گیا۔ آپریشن

ہو رہے ہیں۔ اللہ کے فضل سے مالاکنڈ ڈویژن میں ابھی امن ہے لیکن یہ سوال ضرور اٹھتا ہے۔ بہت سے لوگ ہم سے یہ سوال کرتے ہیں کہ ان کی لیڈر شپ کہاں گئی؟ یا ہمارے قبائلی علاقے جہاں پر bases بنی تھیں، ان کا کیا ہوا؟ جب تک یہ چیزیں ختم نہیں ہوں گی، جب تک آپ کی جہادی تنظیمیں جو اس ملک میں، کراچی میں کام کر رہی ہیں۔۔۔ جب بھی بات ہوتی ہے تو طالبان کی، باقی ساری باتیں پیچھے رہ جاتی ہیں۔ ایسے ہی نام نہ دیا جائے کہ جس سے آپ کی سوچ و فکر، جس کے قریب آپ نے جانا ہے، جسے پکڑنا ہے، وہ بھی ختم ہو جائے۔ طالبان والا سلسلہ تو ایسا بنا ہے کہ کوئی بھی بات ادھر ڈال دو تو بات ختم ہو گئی۔ اس لیے سندھ حکومت ان کو بلاامتیاز گرفتار کرے۔ کوشش کریں کہ ان لوگوں کو گرفتار کر کے کٹھرے میں لایا جائے اور قوم، عوام کو دکھایا جائے کہ یہ قوم کے مجرم ہیں۔ کراچی کے فسادات کے یہ مجرم ہیں۔ انہوں نے بے قصور لوگوں کو مارا ہے۔ پھر اس پارلیمنٹ اور جمہوری حکومت پر لوگوں کو اعتماد ہو گا اور اعتماد بڑھے گا۔ اگر ہم اسی طرح کریں، جیسے پرویز مشرف نے کیا یا ضیاء الحق نے اس قوم کو اس بھٹی میں ڈالا ہے، اس طرح میرے خیال میں ہم پر سے بھی قوم کا اعتماد اٹھ جائے گا۔ میں ختم کرنا چاہتا ہوں۔ میری پھر حکومت سے یہ التماس ہے کہ آپ اس پالیسی میں دیکھیں کہ کیا ملا، کیا نہیں ملا، کیا نقصانات ہوئے۔ یہ اکیلے حکومت کے بس کی بات نہیں ہے۔ ساری سیاسی جماعتیں، سول سوسائٹی، اسٹیبلشمنٹ اس پالیسی کا از سر نو جائزہ لے اور دوسرا، سندھ حکومت کراچی میں بلا امتیاز ان دہشت گردوں تک پہنچ جائے، جنہوں نے غریب اور بے گناہ لوگوں کو مارا ہے، ان کو کٹھرے میں کھڑا کرے۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: بہت بہت شکریہ۔ عبدالرشید صاحب۔

سینیٹر عبدالرشید: اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

جناب چیئرمین: آپ mike on کر لیں۔ میرے خیال میں mike بند ہے، sound system fail ہو گیا ہے، آپ بیٹھ جائیں۔

(Pause)

جناب چیئرمین: 15 منٹ کے لیے House adjourn کرتے ہیں۔

(The House was then adjourned for 15 minutes)

(اجلاس کی کارروائی وقفہ کے بعد زیرِ صدارت جناب چیئرمین (جناب فاروق حامد نائیک) دوبارہ شروع ہوئی)

جناب چیئرمین: جی رشید صاحب۔

سینیٹر عبدالرشید: اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ شکریہ جناب چیئرمین کہ آپ نے اظہار خیال کا موقع دیا۔ کئی دنوں سے ملک کی امن و امان کی مجموعی صورتحال اور خاص طور پر کراچی کی موجودہ اور تازہ ترین صورتحال ایوان میں زیر بحث ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت بدامنی کی وجہ سے پوری قوم ایک مایوسی اور اضطراب کی کیفیت سے دوچار ہے، پورا ملک آگ کے شعلوں میں جل رہا ہے، خاص طور پر کراچی کے جو موجودہ واقعات ہیں، target killing ہو رہی ہے، سڑکوں اور بازاروں میں معصوم لوگوں کے قتل عام کا سلسلہ جاری ہے،۔ یہ حالات پوری قوم کے لیے تشویشناک ہیں تو دوسری طرف یہ باعث شرم بھی ہیں کہ اس قسم کے واقعات کی وجہ سے ہمارے متعلق دنیا میں جو تاثر قائم ہو رہا ہے وہ یہ ہے کہ اس ملک میں نہ کوئی قانون ہے، نہ کوئی قانون نافذ کرنے والا ادارہ ہے، نہ کوئی انسانی خون کی قیمت ہے اور نہ کوئی حساب لینے والا ہے۔

جناب چیئرمین! جب ہم اس ایوان میں امن و امان کے حوالے سے بات کرتے ہیں تو ہم زیادہ تر دو باتوں پر توجہ دیتے ہیں اور یہ باتیں میرے خیال میں متفقہ اور طے شدہ ہیں۔

پہلی بات یہ ہے کہ اس وقت ہم حالت جنگ میں ہیں۔ یہ ایک عام لفظ ہے اور دوسرا یہ کہ اس جنگ کے اثرات اور نتائج ملک کے لیے خطرناک اور مہلک ثابت ہوسکتے ہیں۔ یہ اتفاقی بات ہے لیکن اس کے علاوہ ایک اور اہم بات کی طرف ہم اپنی تقریروں میں توجہ نہیں دیتے ہیں کہ ان حالات اور اس جنگ کے عوامل کیا ہیں اور پھر ان عوامل کے تناظر میں اس کا حل کیا ہے؟ اس بات پر ہم توجہ نہیں دیتے حالانکہ یہ ضروری بات ہے ۔اگر ہم اس جنگ سے نکلنے کے لیے کوئی تجویز دیتے بھی ہیں تو اس میں اختلافات بھی سامنے نظر آتے ہیں ۔ کوئی ایک حل تجویز کرتا ہے تو کوئی دوسرا حل تجویز کرتا ہے لیکن ایک بات میں واضح طور پر کہنا چاہتا ہوں کہ اس وقت یہ جنگ ایک معمہ ہے اور اس جنگ میں عوامی اور حکومتی سطح پر کئی ابہام موجود ہیں ۔ان ابہام کو مد نظر رکھتے ہوئے میرے خیال میں یہ ایوان اس پوزیشن میں نہیں ہے کہ اس پر کوئی رائے دے یا کوئی حل بتائے۔ مثلاً سب سے پہلے اس جنگ کے حوالے سے

یہ ہے کہ یہ ہماری اپنی جنگ ہے یا یہ دوسروں کی جنگ ہے۔ اس کو ہم نے اپنے اوپر مسلط کیا ہے یہ بات بالکل مبہم ہے اور ابھی تک clear نہیں ہے۔ اس ابہام کے ازالے کی ضرورت ہے کہ اگر یہ ہماری اپنی جنگ ہے تو پھر اس سے نکلنے کا راستہ کچھ اور ہے اور اگر یہ کسی اور کی جنگ ہے، امریکہ کی جنگ ہے، ان کے مفادات کی جنگ ہے تو پھر اس سے نکلنے کا طریقہ کچھ اور ہے۔ یہ بات ابھی تک مبہم ہے۔ ایک طرف تو ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ ہماری اپنی جنگ ہے اور یہ ہمارے ملک کی بقاء کی جنگ ہے لیکن دوسری طرف ہم دیکھتے ہیں کہ اس جنگ کے لیے پیسا باہر سے آتا ہے، امداد باہر سے آتی ہے۔ جب بھی ہم اس ملک میں اس جنگ کے حوالے سے کوئی معاہدہ کرتے ہیں تو اس کے لیے اجازت نامہ تو ہم باہر سے مانگتے ہیں۔ اس وقت اس جنگ میں باقاعدہ ڈرون حملوں کی شکل میں امریکہ ہمارے ساتھ شریک عمل ہے تو ہم کیسے کہہ سکتے ہیں کہ یہ ہماری اپنی جنگ ہے۔

جناب چیئرمین! اس جنگ کے حوالے سے دوسرا اشک یہ ہے کہ اس وقت ہمارا فریق مخالف، ہمارے دشمن ابھی تک متعین نہیں ہوسکے کہ یہ کون ہیں کیونکہ اس ملک کے اندر پشاور، چارسدہ، کراچی، سوات میں جب بھی bomb blast ہوتے ہیں، خودکش حملے ہوتے ہیں تو اسی وقت حکومتی ذرائع کی طرف سے متضاد بیانات آتے ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ یہ وزیرستان آپریشن کا ردعمل ہے تو اس کا مطلب ہے یہ حملے طالبان کرتے ہیں۔ دوسرا کہتا ہے کہ اس میں انڈیا ملوث ہے، کوئی کہتا ہے اس میں افغانستان ملوث ہے، کوئی کہتا ہے اس میں Black Water ملوث ہے۔ جناب والا، چھ سال ہم نے جنگ کی لیکن چھ سال گزرنے کے باوجود ہمارے ادارے، ہماری خفیہ ایجنسیاں اپنا دشمن متعین نہیں کرسکیں اور جب ہمارے ملکی ادارے اپنے دشمن کو متعین نہیں کرسکے تو پھر یہ کس مرض کی دوا ہیں؟ ظاہر بات ہے کہ دشمن کو متعین کرنا چاہیے تاکہ اس کے خلاف ہم اپنی حکمت عملی اپنا سکیں، یہ دوسرا اشک ہے۔

جناب والا، اس وقت تیسرا اشک یہ ہے کہ موضوع جنگ مبہم ہے کہ یہ کس قسم کی جنگ ہے، زمین کا تنازعہ ہے، کوئی حقوق کا مسئلہ ہے، کوئی کفر اسلام کی جنگ ہے تو اس کو بھی clear کرنا چاہیے۔ چوتھا ابہام جو مجھے نظر آتا ہے وہ یہ ہے کہ اس وقت ہمیں اس بات پر بھی مطمئن کرنا چاہیے کہ اس وقت جو civil government ہے، جو فوجی ادارے ہیں یا خفیہ ادارے ہیں آیا اس جنگ کے حوالے سے ان کی سوچ ایک ہے یا مختلف ہے؟ اس بات کی وضاحت بھی ضروری ہے۔ پانچواں ابہام یہ ہے کہ اس وقت جو حکومتی عمل ہے آیا یہ ان کے دعوے اور قول کے مطابق ہے یا نہیں ہے اور

حکومت کا جو دعویٰ اور قول ہےآیا یہ حکومت کے ارادوں اور عزائم کے مطابق ہے یا نہیں۔ مجھے تو یوں لگتا ہے کہ عزائم کچھ اور ہیں ، اقوال کچھ اور ہیں اور عمل کچھ اور ہے۔ فاٹا میں جو کچھ ہو رہا ہے، ہمارے مشاہدے کی بات ہے، وہاں پر زمینی حقائق کچھ اور ہیں، وہاں پر جو کچھ فوجی آپریشن کے ذریعے ہو رہا ہے وہ کچھ اور ہے، یہاں میڈیا میں جو بیانات آرہے ہیں وہ کچھ اور ہیں تو اسی سے ہمارے شکوک و شبہات میں اضافہ ہو رہا ہے۔ جناب والا، جب تک یہ ابہام موجود ہوں گے تو میرے خیال میں ہم کسی بھی حوالے سے آپ کو کوئی تجویز یا کوئی حل نہیں بتا سکیں گے۔ آپ ان ابہام کا ازالہ فرمائیں اور ہمیں ایک واضح راستہ دے دیں تو پھر میرے خیال میں اسی وقت یہ ایوان اس پوزیشن میں ہوگا کہ اس راستے پر نجات کی سمت متعین کرسکے کہ اس طرف آپ سفر جاری رکھیں۔

جناب چیئرمین! میں آخر میں ایک تجویز کی طرف آتا ہوں۔ اس وقت اس ملک کے اندر دو قسم کی جنگ ہے۔ ایک وہ جنگ ہے جو عالمی جنگ کا حصہ ہے اور جس کی بنیاد 9/11 ہے۔ 9/11 کے بعد ہم نے اس عالمی جنگ میں حصہ دار بننے کا فیصلہ کیا تھا اور اب اس فیصلے کے جو تلخ نتائج اور ثمرات ہیں وہ بدامنی کی شکل میں پوری قوم کے سامنے ہیں۔ اس جنگ سے نکلنے کے لیے واحد راستہ یہ ہے کہ ہمیں اس عالمی اتحاد سے نکلنا ہے۔ اس کے بغیر مجھے کوئی اس کا حل نظر نہیں آتا۔ دوسری جو ہماری داخلی جنگ ہے ، جو داخلی فسادات ہیں، جس کی بنیاد کبھی مذہبی فرقہ واریت ہوتی ہے ، کبھی نسلی اور لسانی ، قومی تعصبات ہوتے ہیں، یہ ایک دوسری قسم کی جنگ ہے۔ میرے خیال میں اس میں تین بنیادی عوامل کارفرما ہیں۔ سب سے پہلا عمل یہ ہے کہ ہمارا ملک ایک معجون مرکب ہے ۔ اس میں مختلف آراء، مختلف نظریات، مختلف سوچ رکھنے والے لوگ موجود ہیں۔ مذہب کے اندر بھی مختلف نظریات والے لوگ موجود ہیں۔ قومیت کے اندر بھی مختلف نظریات کے لوگ موجود ہیں۔ سب سے پہلا عامل اس ملک کے اندر مختلف نظریات اور سوچ رکھنے والے گروپوں کا وجود ہے۔ دوسرا عامل یہ ہے کہ اس ملک میں ہمیشہ یہ کوشش کی گئی کہ ان میں سے بعض گروپوں کو مسلح کیا گیا ہے، ان کو اسلحہ دیا گیا ہے، ان کو تربیت دی گئی ہے لہٰذا آپس میں نظریاتی مخالفت رکھنے والے لوگوں کو اسلحہ دینا فساد برپا کرنے میں دوسرا عامل ہے۔

تیسرا عامل یہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ اس ملک کے اندر ایک خفیہ قوت محرکہ موجود ہے جو ان مسلح گروپوں کو کبھی حکومت کے خلاف اشتعال دلاتی ہے، کبھی آپس میں ایک دوسرے کے خلاف

اشتعال دلاتی ہے۔اس کا کام یہ ہے کہ ہمیشہ وہ اشتعال کا ایک ماحول پیدا کرتی ہے۔ یہ تین بنیادی عوامل ہیں جنہوں نے اس ملک کے امن کو خراب کر رکھا ہے۔

جناب چیئرمین! اب میری تجویز یہ ہے کہ سب سے پہلے عامل کا ازالہ ہمارے بس کی بات نہیں ہے، یعنی نظریاتی اختلاف کو ختم کرنا نہ ہمارے بس کی بات ہے اور نہ حکومت کے بس کی بات ہے۔ جب سے دنیا بنی ہے اور اس پر انسانیت آباد ہوئی ہے، اس وقت سے روزِ قیامت تک نظریاتی اختلاف جاری رہے گا۔ اس کا ازالہ ہمارے بس کی بات نہیں ہے لیکن جناب والا! آخری دو عوامل کا خاتمہ ہمارے بس کی بات ہے۔ مثلاً مسلح گروپوں کو غیر مسلح کرنا، کس کو اسلحہ دینا ہے، کس سے اسلحہ لینا ہے، یہ تو ہمارے بس کی بات ہے۔یہی اس مسئلے کا بنیادی حل ہے۔ اسی سے اس ملک کے اندر امن آسکتا ہے۔ اس کے علاوہ اس کا کوئی دوسرا حل نہیں ہے۔

ہمیں کہا جاتا ہے آپ مولوی لوگ ہیں، آپ فتویٰ دے دیں کہ خود کش حملے حرام ہیں، bomb blasts حرام ہیں، یہ چیز حرام ہے، وہ چیز حرام ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ اس وقت اس ملک کے اندر دو قسم کے لوگ موجود ہیں۔ ایک اسلحہ دینے والا اور دوسرا اسلحہ لینے اور استعمال کرنے والا تو ہم کس کے خلاف فتویٰ دیں۔ جنابِ والا! ظاہر بات ہے کہ اگر فتویٰ دینا ہے تو دونوں کے خلاف دینا ہے لیکن ہمیں کہا جاتا ہے کہ نہیں! آپ اسلحہ دینے والوں کے خلاف فتویٰ نہ دیں، اسلحہ لینے والوں کے خلاف فتویٰ دے دیں۔ ہم کہتے ہیں کہ اس طرح کا فتویٰ دینے کے لیے ہم تیار نہیں ہیں کیونکہ پھر یہ کوئی شرعی فتویٰ نہیں ہوگا بلکہ سرکاری فتویٰ ہوگا۔

جناب والا! اصل بات یہ ہے کہ جو جنگ اس ملک کے اندر مسلط ہے عالمی اتحاد کی وجہ سے، اس جنگ کے خاتمے کے لیے اس اتحاد سے نکلنا ضروری ہے، جتنے بھی مسلح گروپ اس ملک کے اندر موجود ہیں، ان کو غیر مسلح کرنا، ان سے اسلحہ واپس لینا ضروری ہے خواہ وہ کہیں بھی ہوں، کراچی میں ہوں، پشاور میں ہوں، خواہ جس کے پاس بھی اسلحہ ہو، اس سے اسلحہ واپس لینا چاہیے اس لیے کہ اسلحہ تو صرف فوج کے پاس ہونا چاہیے، جس کے پاس داخلی اور خارجی security کی ذمہ داری ہے، ان کے پاس اسلحہ ہونا چاہیے۔ پھر وہ گروپ جو اشتعال کا ماحول پیدا کرتا ہے، اس پر کڑی نظر رکھنا، ان کے حوالے سے قانون کے مطابق کارروائی کرنا ضروری ہے، اگر ہم ان تینوں باتوں پر عمل کریں تو میرے خیال میں اسی وقت اس ملک میں امن آسکتا ہے۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ کوئی اور speaker ہے اس debate پر؟ میرا خیال ہے سب نے بول لیا۔ منسٹر صاحب کہاں ہیں، wind up کر لیں۔

سینیٹر سید نیر حسین بخاری: منسٹر صاحب وزیرِ مہمانداری ہیں John Kerry کے ساتھ، .he will not available in the House today اسے کل پر رکھ لیں۔

جناب چیئرمین: اسے کل پر رکھ لیں؟ اب ہم points of order لے لیتے ہیں۔ کل سے جو دوسرا موضوع ہے price hike کا وہ شروع ہوگا، تو اسحاق ڈار صاحب! آپ ہوں گے شروع میں؟ Mover کون ہوگا، آپ ہوں گے یا پروفیسر صاحب؟

سینیٹر محمد اسحاق ڈار: ہم میں سے کوئی بھی کر لے گا۔

جناب چیئرمین: پھر wind up کرنے کے بعد وہ motion لے لیں گے۔ ٹھیک ہے جی۔ میرا خیال ہے منسٹر صاحب کل wind up کر لیں گے۔ انہیں ذرا بتا دیجیے گا کہ وہ time پر آ جائیں۔ .It is very important ذرا خاص طور پر انہیں تنبیہ کر دیجیے کہ وقت پر آ جائیں۔ ٹھیک ہے جی۔ شکریہ۔ اچھا points of order کتنے ہیں، وہ لے لیے جائیں؟

Points of Order:

Raid of the security agencies on the house of a political worker in Bajaur during action against terrorists

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد: جناب چیئرمین! شکریہ۔ میں آپ کے اور اس ایوان کے توسط سے ایک نہایت اہم issue کے اوپر حکومت اور قوم کی توجہ مبذول کروانا چاہتا ہوں کہ کل باجوڑ میں جماعت اسلامی پاکستان کے صوبہ سرحد کے نائب امیر اور سابق MNA صاحبزادہ ہارون الرشید صاحب کے گھر پر operation کیا گیا ہے۔ گھر کو مسمار کیا گیا ہے۔ ان کی والدہ اور ان کی بھتیجی اس میں شہید ہوئی ہیں اور ان کے بھانجوں اور رشتہ داروں کو گرفتار کر کے لے گئے ہیں۔

جناب والا! یہ صریحاً ریاستی دہشت گردی ہے۔ یہ جلتی ہوئی آگ پر تیل ڈالنے کے مترادف ہے۔ جماعت اسلامی ایک جمہوری جماعت ہے۔ وہ اپنے دستور کے تحت کام کرتی ہے اور ہم نے کبھی جمہوری طریقے سے ہٹ کر کوئی چیز اختیار نہیں کی ہے۔ ہمارا پورا record اس کے اوپر شاہد ہے۔ صاحبزادہ صاحب باجوڑ کے ایک بہت معزز گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کی خدمات تین دہائیوں پر

پھیلی ہوئی ہیں۔ میری نگاہ میں، حکومت کا یہ اقدام صریحاً ظلم اور provocation ہے۔ جماعت اس کے اوپر احتجاج کر رہی ہے، civil society احتجاج کر رہی ہے لیکن انشاء اللہ ہمارا احتجاج جمہوری ہو گا، peaceful ہو گا لیکن مجھے ڈر ہے کہ اس type کی provocation کے جو مقامی اثرات ہیں، وہ بڑے خطرناک ہو سکتے ہیں۔ اس لیے میں چاہتا ہوں کہ نہ صرف ہم اس کی مذمت کریں بلکہ جو لوگ ذمہ دار ہیں ان کی accountability ہو اور publicly ہو۔ جو policies برطانیہ نے اختیار کیں، ہم اندھے ہو کر محض حکومت کے نشے میں ان چیزوں کو نہ لیں۔ مکانوں کو مسمار کرنا بذاتِ خود غلط ہے، پھر وہاں پر جو لوگ موجود ہیں، ان کو warn کیا جاتا ہے، خالی کرایا جاتا ہے۔ ایک نہیں، میرے علم کی حد تک تین گھر اس operation سے تباہ ہوئے ہیں اور 75 سالہ بزرگ خاتون، ان کی والدہ اور بھتیجی اس کے اندر شہید ہوئی ہیں۔ وہاں کون سی القاعدہ بیٹھی ہوئی تھی اور ان کو معلوم ہے کہ القاعدہ سے جماعت کا، جماعت کے افراد کا کبھی کوئی تعلق نہیں رہا اور نہ ہو سکتا ہے۔ ہم اس طریق کار کو غلط سمجھتے ہیں جو استعمال کیا گیا ہے لیکن دہشت گردی کے نام پر جو کچھ یہ حکومت کر رہی ہے، جو کچھ امریکہ کر رہا ہے اور جو کچھ ہماری فوج کر رہی ہے، وہ قانون، دستور، بین الاقوامی ضابطوں، جنیوا کنونشن، ہر ایک کی خلاف ورزی ہے اور یہ چیزیں برداشت نہیں کی جائیں گی۔

جناب والا! میں آپ کے توسط سے بھرپور احتجاج کرتا ہوں اور اگر وزیر صاحب وضاحت کر سکیں تو میں چاہوں گا کہ وہ اپنی position واضح کریں، پھر میں بتاؤں گا کہ ہمارا رویہ کیا ہو گا۔

جناب چیئرمین: منسٹر صاحب موجود ہیں۔ منسٹر صاحب! اس کے بارے میں بتائیے کہ کیا ہو رہا ہے۔

جناب تسنیم احمد قریشی: جناب! یہ ایک انتہائی افسوسناک واقعہ ہے۔ یہ واقعہ دیوار گرنے سے پیش آیا۔ ساتھ والے گھر میں ایک explosion ہوا اور اس کی وجہ سے یہ واقعہ رونما ہوا لیکن اس کی details فاٹا سیکرٹریٹ کے concerned officers سے ہم منگوا رہے ہیں اور انشاءاللہ۔۔۔۔۔

جناب چیئرمین: میرا خیال ہے آپ ذرا پروفیسر صاحب سے رابطے میں رہیں کیونکہ یہ کافی gruesome murders ہیں۔

جناب تسنیم احمد قریشی: جی بالکل میں ان سے مل لوں گا اور ان کی خواہش کے مطابق انشاء اللہ تعمیل ہو گی۔

جناب چیئرمین: جی شکریہ۔ بلوچ صاحب! آپ کا کوئی point of order ہے؟

A press conference wherein President was criticized

سینیٹر صابر علی بلوچ: جناب چیئرمین! آپ کا بہت شکریہ کہ آپ نے مجھے point of order پر بات کرنے کی اجازت دی۔ میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ XXXXX[4]۔ جناب چیئرمین! بنیادی بات یہ ہے کہ اس وقت ملک میں ایک constitutional اور legal battle چل رہی ہے۔ صدرِ مملکت نے اپنے آئینی اختیارات کو استعمال کرکے، seniority کی بنیاد پر judges کو promote کیا تھا۔۔۔۔

جناب چیئرمین: دیکھیں! the matter is subjudice اس پر بحث کرنا۔۔۔۔

سینیٹر صابر علی بلوچ: جناب! میں اسی بات پر آرہا ہوں، میں وہی عرض کر رہا ہوں کہ یہ ایک subjudice معاملہ ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ یہ معاملہ Presidency اور Judiciary کے درمیان ہے XXXXX اس کی ایک universal dignity ہے۔ XXXXX وہ یہ کہہ رہے ہیں۔ میں بنیادی بات یہ کر رہا ہوں کہ اس پر کتنی سخت resentment پیدا ہوئی ہے۔ لوگوں میں اشتعال آ گیا ہے، لوگ جلوس نکال رہے ہیں، لوگ جلسے کر رہے ہیں۔ XXXXX امید کرتا ہوں کہ ان کے جو ساتھی یہاں بیٹھے ہوئے ہیں، وہ باتوں کو سمجھتے ہیں۔ ہمارے ساتھ سینیٹ میں XXXXX پرویز رشید صاحب جیسے لوگ بیٹھے ہوئے ہیں، ان کو چاہیے کہ وہ اپنے لوگوں سے consult کریں، ان لوگوں سے رائے لیں جو اچھی رائے دے سکیں لیکن مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ XXXXX

جناب چیئرمین: جی ٹھیک ہے۔

سینیٹر محمد اسحاق ڈار: جناب چیئرمین! I wish کہ یہ بحث یہاں نہ چھڑتی لیکن میں سمجھتا ہوں کہ record کی درستگی کے لیے کچھ چیزیں عرض کروں، چیئرمین کمیٹی بھی یہاں پر ہیں اس کے علاوہ دوسرے ممبر پروفیسر خورشید صاحب بھی موجود ہیں۔ یہ معاملہ بہت اچھے طریقے سے چل رہا

---

[4] [XXXXX Words expunged by the orders of Mr. Chairman.]

تھا، اس کے باوجود کہ PML(N) نے آئینی کمیٹی میں شروع ہی میں یہ عرض کی تھی کہ prioritize کیا جائے، قوم کام دیکھنا چاہتی ہے، جو کام جتنا جلدی ہو سکے اس کو implement کیا جائے۔ سترھویں ترمیم، میثاق جمہوریت کا Article No.1 تھا کہ اس کو reverse کرنا ہے۔ جن جماعتوں نے مشرف کے ساتھ مل کر اس کو آئین میں داخل کیا تھا، ان جماعتوں نے انتخابات سے پہلے publicly commitment دی تھی کہ نئی اسمبلی جونہی معرض وجود میں آئے گی تو ہم مشرف کی سترھویں ترمیم کا خاتمہ کریں گے۔ محترمہ بے نظیر بھٹو اور میاں نواز شریف نے 14th May, 2006 کو لندن میں جو document sign کیا تھا یہ اس کا Article No.1 تھا۔ جناب چیئرمین! اس کے باوجود ہماری پارٹی نے بڑے صبر و تحمل کا مظاہرہ کیا۔ میں اس تفصیل میں نہیں جانا چاہتا کہ 9th March, 2008 کو بھوربن میں کس document پر sign ہوا؟ 7th August, 2008 کو اسلام آباد میں کس document پر sign ہوا؟ یہ لمبی تفصیل ہے۔ اس میں جائے بغیر ہم نے national issues پر bipartisan ہو کر ہر issue پر consensus create کیا۔ گزشتہ ہفتے، میں نے کمیٹی کے اندر عرض کیا کہ جناب! یہ جو سیٹیں ہیں دو مہینے ہو گئے ہیں، پنجاب کے لیے جو ججز ہیں جو پنجاب کے litigants suffer کر رہے ہیں، اس کے لیے کیا حکومت اس چیز کا انتظار تو نہیں کر رہی کہ نیا system آئے گا تو پھر ہم 72 Judges کو appoint کریں گے۔ مجھے نوید قمر صاحب نے assure کیا کہ جناب! آپ بالکل فکر نہ کریں ہم اس پر عملدرآمد کریں گے، ان ججوں کے لیے جو system ابھی ہے یہی رہے گا۔ نیا مستقبل کے لیے ہے، ظاہر ہے کہ آئینی ترامیم retrospective تو نہیں ہو سکتیں۔ میں نے اس کو من و عن accept کیا۔ میں نے جناب رضا ربانی صاحب سے شام کو دوبارہ ملاقات کی، میں نے کہا رضا صاحب دیکھیں ہم سب honourable لوگ ہیں، ہماری جو commitments ہیں وہ honour ہونی چاہییں۔ آپ پھر بھی on the safe side وزیراعظم صاحب کو confidence میں لیں اور ان سے discuss کریں۔ انہوں نے رات کو وزیراعظم صاحب سے discuss کیا، reportedly وزیراعظم صاحب نے صدر صاحب سے discuss کیا اور جمعے والے دن وزیراعظم صاحب نے چوہدری نثار صاحب کو فون کیا کہ اسحاق ڈار صاحب کو بتا دیں کہ جو پرانا backlog ججوں کا ہے یہ understood ہے کہ وہ آئین کے موجودہ system کے تحت ہو گا اور جو delay ہے اس کو ہم جلد از جلد ختم کرتے ہیں، معاملہ ختم ہو گیا۔ جمعے کی شام کو میاں نواز شریف صاحب وزیراعظم کے کھانے پر گئے اور انہیں پھر کہا کہ جناب! یہ اداروں کا تصادم نہیں ہونا چاہیے،

پیپلز پارٹی اور مسلم لیگ (ن) نے پچھلی ایک دہائی میں سب سے زیادہ قربانیاں دی ہیں۔ میں وہ شخص ہوں جس نے محترمہ کے ساتھ پہلی April 2002 meeting میں کی تھی، آفتاب شعبان میرانی اس کے witness ہیں۔ میری درجنوں meetings ہیں، پیپلز پارٹی کی senior leadership کی اتنی meetings نہیں ہوں گی جتنی چھ سال میں محترمہ کے ساتھ میری meetings ہوئیں۔ سب سے زیادہ دکھ مجھے ہے۔ مجھے disappointment ہے کہ جو March 2008 کے معاملے کو انہوں نے honour نہیں کیا، مجھے دکھ ہے کہ میں 7th August کے معاہدے کو لکھنے والوں میں سے ہوں۔ جناب چیئرمین! آپ بھی اس document کو لکھنے والوں میں سے ہیں، آپ کو بھی پتا ہے کہ ہم دونوں نے jointly اس کو لکھا تھا لیکن اگر یہاں بیٹھ کر point scoring کرنی ہے اور criticize کرنا ہے تو criticize کرنا سب کو آتا ہے۔ اگر پتلے جلانے ہیں تو پتلے جلانے سب کو آتے ہیں۔ میں آپ کو یہ بھی عرض کردوں کہ آپ یہ دیکھیں کہ اس کے باوجود، تمام understanding کے باوجود ہفتے کو جو کچھ بھی ہوا، اب ہم اس کو regret کر رہے ہیں۔ ابھی کل کی وزیراعظم صاحب کی statement ہے وہ اپنے آپ کو clarify کر رہے ہیں۔ یہ کس قسم کے نااہل Advisors ہیں وزیراعظم صاحب یا صدر صاحب کے ارد گرد جو ان کو ایک بند گلی کی طرف دھکیل رہے ہیں۔ میاں نواز شریف کا حق ہے، every Pakistani has the right to talk when constitution or the law is being abrogated or subverted. یہ کیا بات ہوئی کہ فلاں بات نہ کریں، فلاں بات نہ ہو۔

جناب والا! ہم نے ہر national issue پر دو قدم آگے بڑھ کر حکومت کا ساتھ دیا۔ ہم نے friendly opposition کے طعنے سنے لیکن اس کے باوجود ہم نے کہا کہ نہیں۔ کل بھی میں نے کمیٹی میں یہی کہا کہ دیکھیں let the political temperature cool down, let this issue be settled, رضا ربانی صاحب کو پوچھیں، پروفیسر صاحب کو پوچھیں لیکن جناب والا! اگر اس طرح اٹھ کر لوگ ہمارے قائدین کو criticize کریں گے .that is not acceptable ہمیں بھی criticize کرنا آتا ہے۔ اگر آپ نے ماضی کی تاریخ دہرانی ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ بڑا افسوس ناک ہو گا۔ ہمیں پاکستان کو آگے لے کر جانا چاہیے۔ میں سمجھتا ہوں کہ کچھ لوگ ہیں جو ان کے ارد گرد ہیں اور وہ ان کو ہر روز نئی advice دیتے ہیں اور ان سے ایسے کام کروا رہے ہیں، time and again کہ جس سے لگتا ہے کہ اس ملک میں دوبارہ جمہوریت کو derail کرنے کی ایک سازش ہو رہی ہے۔

جناب والا! میں آپ سے گزارش کروں گا کہ میاں نواز شریف صاحب کے خلاف adverse remarks آپ expunge کریں ۔ بات کرنے کا یہ بالکل غلط طریقہ ہے ورنہ پھر ہماری بھی زبان کھلے گی۔ میرے جیسا آدمی جو ہمیشہ شرافت سے بولتا ہے۔۔

جناب چیئرمین: بلوچ صاحب آپ بیٹھ جائیں۔

سینیٹر محمد اسحاق ڈار: میں اس کو قطعاً tolerate نہیں کروں گا کہ اس میں کوئی ذاتیات کا مسئلہ ہوا۔ یہ کوئی طریقہ نہیں ہے۔ آپ ان الفاظ کو expunge کریں۔

(مداخلت)

جناب چیئرمین: بلوچ صاحب آپ بیٹھ جائیں۔ پرویز صاحب آپ بھی بیٹھ جائیں let me handle this.

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد: میں ان کی support کروں گا۔

سینیٹر پرویز رشید: جناب چیئرمین! میں یہ عرض کر رہا ہوں کہ چونکہ ایک بات شروع ہو گئی ہے لہذا اب اس کو اپنی انتہا تک پہنچنے دیں۔۔۔۔۔

جناب چیئرمین: پرویز صاحب! آپ بیٹھ جائیں۔

سینیٹر پرویز رشید: نہیں جناب والا! اس طرح تو یہ one sided ہو جائے گا۔

جناب چیئرمین: نہیں one sided نہیں ہے، جواب آگیا ہے۔ I am giving my ruling on it.

(مداخلت)

سینیٹر محمد اسحاق ڈار: جناب والا! میں یہاں پر آٹھ سالوں کی کہانیاں سناؤں گا، Sir, these people will be embarrassed. میں نے بھائیوں سے زیادہ محترمہ اور آصف زرداری کے ساتھ cooperate کیا ہے۔۔۔۔۔

جناب چیئرمین: آپ بیٹھ جائیں۔ ڈار صاحب. let me handle this.

سینیٹر محمد اسحاق ڈار: ہم اب بھی پوری ایمانداری کے ساتھ حکومت کے ساتھ ہر national issue پر cooperate کرنے کے لیے تیار ہیں لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ پاکستان میں

قانون کی حکمرانی نہیں ہو گی، پاکستان میں آئین کی حکمرانی نہیں ہو گی، پاکستان میں پارلیمنٹ بالادست نہیں ہو گی۔

جناب چیئرمین: ڈار صاحب بیٹھ جائیں۔آپ ٹھنڈے ہو جائیں۔

سینیٹر محمد اسحاق ڈار: نہیں جناب! آپ کو انہیں اسی وقت shut up call دینی چاہیے تھی۔ یہ کوئی طریقہ نہیں ہے۔آپ ان الفاظ کو expunge کریں۔

جناب چیئرمین: ڈار صاحب آپ please مجھے موقع دیں۔ پرویز صاحب آپ بیٹھ جائیں۔Please I am requesting you to sit down. Please sit down. ان کا مائیک off کر دیں۔ I am sorry to say this. Please آپ بیٹھ جائیں میں آپ سے request کر رہا ہوں۔

(مداخلت)

جناب چیئرمین: میں نے آپ سے کہا کہ آپ بیٹھ جائیں۔ میں نے ان کو پہلے ہی کہہ دیا تھا۔

(مداخلت)

جناب چیئرمین: پرویز رشید صاحب I am very sorry to say this. آپ کا یہ رویہ بالکل غلط ہے۔ میں آپ لوگوں سے بہت عزت سے بات کرتا ہوں۔ جب میں آپ سے request کر رہا ہوں، میں نے ڈار صاحب کی بات سن لی۔آپ کا رویہ بالکل غلط ہے۔ I will request you to apologize to the Chair, before I proceed further.

(مداخلت)

جناب چیئرمین: میں لوں گا، بالکل لوں گا آپ چھوڑ دیجیے۔آپ مجھے step لینے کا وقت تو دیں۔ اس طرح تو نہیں ہے، میں ہر ایک کے ساتھ عزت سے بات کرتا ہوں کسی کے ساتھ بد تمیزی کی ہو تو آپ مجھے بتائیں۔ بلوچ صاحب! آپ خاموش رہیں۔

سینیٹر پرویز رشید: جناب والا! میرے قائد کے بارے میں-----

جناب چیئرمین: آپ مجھے موقع تو دیں، میں نے کچھ کہا ہے؟ اب آپ پھر میرے ساتھ بحث میں پڑ گئے ہیں۔ آپ میرے ساتھ بحث مت کیجیے۔Let me make a ruling آپ مجھے موقع ہی نہیں دے رہے ہیں۔

سینیٹر پرویز رشید: جی میں بالکل بحث نہیں کر رہا۔ میں انتہائی ادب سے، احترام سے-----

جناب چیئرمین: پہلے آپ مجھ سے apologize کیجیے۔

سینیٹر پرویز رشید: میں صرف یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اگر آپ نے اس وقت ان کے الفاظ کو expunge کر دیا ہوتا---

جناب چیئرمین: نہیں، آپ مجھے موقع ہی نہیں دے رہے، ڈار صاحب مجھ سے بات کر رہے ہیں۔ آپ سے میں کہہ رہا ہوں کہ بیٹھ جائیں۔ آپ میری بات نہیں سن رہے ہیں۔ ڈار صاحب کی بات ختم ہوئی۔ اس کے بعد آپ نے مجھے کوئی موقع دیا؟ دیکھئے آپ نے مجھے کوئی موقع نہیں دیا بات کرنے کا؟ آپ سے میں کہہ رہا تھا کہ بیٹھ جائیں۔ آپ نے مجھے موقع نہیں دیا۔ میری ڈار صاحب سے بات ابھی ختم نہیں ہوئی تھی۔

سینیٹر پروفیسر خورشید احمد: میں request کروں گا پرویز رشید صاحب سے کہ apologize کر کے آگے بڑھیں۔

سینیٹر پرویز رشید: میں آپ سے معذرت کرتے ہوئے-----

جناب چیئرمین: اب ٹھیک ہے۔ .Let me handle it میں سمجھ رہا ہوں جو آپ بات کرنا چاہ رہے ہیں۔

سینیٹر پرویز رشید: میں اپنا جملہ مکمل کر لوں۔

جناب چیئرمین: جی، جی please کیجیے آپ۔

سینیٹر پرویز رشید: مجھے معذرت کرتے ہوئے آپ سے کسی قسم کی عار نہیں ہے بلکہ میں معذرت کرنے میں فخر محسوس کروں گا لیکن میں عرض یہ کرنا چاہتا تھا کہ ہمارے بھی جذبات مجروح

ہوئے ہیں۔ میں اپنے رویے کو یہ نہیں کہتا کہ بہت پسندیدہ رویہ تھا لیکن اگر آپ expunge کر دیتے تو شاید میں اتنا مشتعل نہ ہوتا۔

جناب چیئرمین: آپ نے مجھے موقع ہی نہیں دیا بات کرنے کا، آپ نے مجھے موقع ہی نہیں دیا بات کرنے کا۔

سینیٹر پرویز رشید: میں معذرت کے لیے ایک لفظ کہنا چاہتا ہوں کہ میں اپنے رویے کو پسندیدگی سے نہیں دیکھتا۔ مجھے اپنے رویے پر معذرت ہے اور مجھے امید ہے کہ آپ اس کو expunge کریں گے جو میرے رویے کا سبب بنا ہے اور آپ میری اس تکلیف کو دور کریں گے۔

جناب چیئرمین: آپ کسی کو موقع بھی تو دیں بات کرنے کا۔ جب ڈار صاحب کی بات ختم ہوئی تو میں نے آپ سے کہا کہ بیٹھ جائیے۔ آپ مجھے موقع ہی نہیں دے رہے ہیں اور اپنی ہی بات کر رہے ہیں۔ میں آپ سے request کر رہا ہوں، آپ مجھ سے لڑنے کے لیے کھڑے ہوگئے ہیں۔ This is not parliamentary practice. Have I ever refused anything? میں نے کوئی آپ سے بات کی جو آپ جذباتی ہو کر مجھ سے لڑ رہے ہیں۔ میں تو آپ سے نہیں لڑ رہا۔ میں تو ابھی بھی نہیں لڑ رہا۔

سینیٹر سید نیر حسین بخاری: انہوں نے اب معذرت کر لی۔ Let us proceed further.

جناب چیئرمین: میں نے ہمیشہ یہ کہا ہے، کوئی بھی شخص ہو، اگر وہ موجود نہیں تو اس کے خلاف کوئی غلط بات نہ کی جائے۔ کل گورنر صاحب کے خلاف بات کی گئی۔ مشاہداللہ صاحب تھے، میں نے expunge کروائی۔ میں نے کہا کہ بات نہیں کرنی کیونکہ وہ موجود نہیں ہیں۔ نواز شریف صاحب کے خلاف انہوں نے جو بات کی ہے وہ بھی expunged ہے۔ کوئی کسی کے خلاف adverse remarks نہیں دیے جائیں گے۔ Person who is not present but give me a chance, for God's sake. This is not fair. جی ڈاکٹر مالک صاحب۔

سینیٹر ڈاکٹر عبدالمالک: ہم جو یہاں پر سیاسی کارکن ہیں ہم پہلے آپ سے یہ گزارش کرتے ہیں دونوں پارٹیوں سے کہ آپ دونوں کے رویوں کی وجہ سے ----- ہماری شروع سے ہی یہ خواہش رہی ہے کہ اس ملک میں جمہوریت کو تقویت ملے اور یہاں پر بیٹھ کر ہم کوشش کریں، میں ایک

گزارش کروں گا پھر آگے جاؤں گا۔ ہم گزارش کریں گے کہ دونوں بڑی پارٹیاں مل بیٹھ کر چیزوں کو صحیح track پر لے جائیں۔ یہ الزام، counter الزام، یہ سب چیزیں ہم نے دیکھی ہیں۔ ہم سب process کا حصہ رہے ہیں۔

کل میں نے آغاز حقوق بلوچستان پر ایک point raise کیا۔ آج میں پھر دوسرا point raise کروں گا کہ جو چیک پوسٹوں کے بارے میں یہاں commitment کی گئی تھی کہ چیک پوسٹیں ہم ختم کریں گے تو بلوچستان میں جو چیک پوسٹیں پہلے تھیں دو تین دن کے لیے ختم ہوئی ہیں۔ اب Coastal Highway پر بھی چیک پوسٹ ہے، زیرو پوائنٹ پر بھی ہے، ایف سی کی اسی طرح ہے، تفتان روڈ پر اسی طرح ہے اور اتھل چیک پوسٹ جو ہے۔۔۔۔ صرف یاد دہانی کے لیے گزارش ہے کہ فیصلے پر ابھی تک implementation نہیں ہوئی۔

جناب چیئرمین: جی حسیب صاحب کے بعد جہانگیر بدر صاحب۔

سینیٹر محمد جہانگیر بدر: میرا connected ہے۔

جناب چیئرمین: اچھا connected ہے۔ اچھا جہانگیر بدر صاحب کو بول لینے دیں پھر حسیب صاحب، آپ بول لیجیے گا۔

سینیٹر محمد جہانگیر بدر: شکریہ، مہربانی۔ جناب چیئرمین صاحب! یہ پاکستان پیپلز پارٹی کی پالیسی ہے کہ وہ یہاں پر اداروں کا ٹکراؤ کسی صورت میں بھی نہیں ہونے دے گی۔ جہاں تک یہاں پر ملک صاحب نے بات کی ہے .between the two parties جس پارٹی سے میرا تعلق ہے اس کا بھی درمیان میں ذکر ہے۔ مفاہمت پاکستان پیپلز پارٹی کی standing policy ہے اور ہم اسی چیز پر گامزن ہیں۔ ہم اس بات پر believe کرتے ہیں کہ پاکستان کی تمام سیاسی پارٹیاں consensus کر کے ہی پاکستان کو آگے لے جا سکتی ہیں اور پاکستان کے عوام کے مسائل کو حل کر سکتی ہیں۔ جناب چیئرمین! .I appreciate your point of view کہ جو شخص اس ہاؤس میں نہ ہو اس پر ذاتی حملہ نہیں ہونا چاہیے۔ I assure this House کہ پاکستان پیپلز پارٹی تمام جمہوری رہنماؤں کی عزت کرتی ہے اور پاکستان پیپلز پارٹی کی ایسی کوئی پالیسی نہیں کہ کسی رہنما کی تذلیل کی جائے اور پاکستان پیپلز پارٹی ایسے عمل کو ہمیشہ روکے گی۔ پاکستان میں سیاسی پارٹیوں کا consensus اور

عوام کی unity کو برقرار رکھنے کے لیے تمام قربانیاں پہلے بھی دیں اور آئندہ بھی جاری رکھیں گے اسی عزم کے ساتھ۔

جناب چیئرمین: شکریہ جی۔ جی حسیب صاحب۔

سینیٹر عبدالحسیب خان: شکریہ چیئرمین صاحب! اس ماحول سے ہٹ کر میں بات کروں گا۔

جناب چیئرمین: ضرور، ضرور، کوئی بات نہیں۔

سینیٹر عبدالحسیب خان: جناب چیئرمین! یہ ایوان بالا ہے اور یہ اس کی ذمہ داری ہے کہ ہم ایسی مثالیں قائم کریں کہ پوری قوم ان کو follow کرے اور ان سے رہنمائی حاصل کرے۔ میں یہ بات اس لیے کہنا چاہتا ہوں کہ وقت کی اہمیت کا اندازہ لگانا چاہیے کہ ہمارا ایک ایک منٹ قیمتی ہوتا ہے۔ میں آپ سے درخواست کرتا ہوں حالانکہ معزز ممبران بہت کم ہیں لیکن چونکہ اس کا تعلق آپ کی اپنی ذات سے ہے، آپ اس پر عمل کروا سکتے ہیں، میری آپ سے درخواست یہ ہے کہ سینیٹ کا session وقت پر شروع کیا جانا چاہیے کیونکہ ایک گھنٹہ لیٹ ہونے کا مطلب ، یہ بہت زیادہ ہوتا ہے کیونکہ-----

جناب چیئرمین: ایک گھنٹہ تو ہم late نہیں ہوتے ہیں۔

سینیٹر عبدالحسیب خان: ہمیشہ آدھا گھنٹہ، ایک گھنٹہ تو ہر روز لیٹ ہوتے ہیں۔

جناب چیئرمین: نہیں ، نہیں میں تو دیکھ رہا ہوتا ہوں ، حسیب صاحب ممبران نہیں ہوتے تو میں اکیلا آکر بیٹھ جاؤں؟ میں تو پندرہ بیس منٹ دیتا ہوں۔

Senator Abdul Haseeb Khan: Thank you.

جناب چیئرمین: جی کسی اور کا بھی Point of order ہے؟ جی مندوخیل صاحب۔

سینیٹر عبدالرحیم خان مندوخیل: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب چیئرمین! میں پہلے مسئلے کے بارے میں دو تین الفاظ استعمال کروں گا۔ پہلا یہ کہ آج ہم جس حالت میں ہیں، جو آئینی، سیاسی، جمہوری نظام شروع ہوا ہے اس میں اتنا کہوں گا کہ بڑی پارٹیاں تو اپنی جگہ پر ہیں لیکن ہماری پارٹیوں نے بڑی قربانیاں دی ہیں، شہید بھی ہوئے ہیں، جیلوں میں رہے ہیں۔ آل پارٹیز لندن کانفرنس کی

کامیابی میں role ادا کیا ہے۔ آج تک جو حالات پیش آئے ہیں ان میں ہماری پارٹیوں نے جو قوم پرست پارٹیاں ہیں، ڈیموکریٹک پارٹیاں ہیں، انہوں نے بڑی قربانیاں دی ہیں۔ اس لیے آپ جب بھی یہ بات کریں تو یہ بھی مدنظر رکھیں۔ جو یہ دو تین دن سے ایک بات ہو رہی ہے اس میں عرض کروں کہ آئینی اصلاحات کی کمیٹی میں پہلے دن سے یہ agenda بنا کہ ہر article پر بات ہو گی اور آگے جائیں گے۔ اب ہم اس میں کافی حد تک آگے بڑھے ہیں۔ اب صوبائی خود مختاری اور دوسرے ایسے کچھ مسائل ہیں جنہوں نے ابھی final ہونا ہے لہذا ہم یہاں request کریں گے کہ جو بھی باہمی تنازعہ ہو اس کو ایک حد میں رکھیں۔ اس جمہوری نظام، سیاسی نظام کو خراب نہ کیا جائے۔ یہ نظر میں رکھیں۔ آئینی اصلاحات کی کمیٹی کو کام کا موقع دینا چاہیے تاکہ وہ واقعی اصلاحات کر سکیں اور پھر پارلیمنٹ اس کی منظوری دے۔ یہ نظر میں رکھا جائے۔

جناب چیئرمین! میں نے کل عرض کیا تھا کہ نیشنل بنک آف پاکستان جو ہمارے صوبے میں ہے اس میں سفارش اور رشوت خوری کے حوالے سے appointments ہوتی ہیں۔ ابھی پھر appointments ہونی ہیں۔ مہربانی کر کے ہمیں یہ یقین دہانی کرائی جائے کہ میرٹ پر فیصلے ہوں گے۔ اس کے بارے میں Leader of the House نے یہ فرمایا تھا کہ وہ جواب دیں گے۔ میں Leader of the House سے request کروں گا کہ بتائیں کہ اس بارے میں کیا ممکن ہے کہ جس سے مداخلت اور سفارش اور no merit کا خاتمہ ہو اور ہمارے لوگوں کو روزگار ملے اور میرٹ پر ملے۔ مہربانی۔

جناب چیئرمین: بخاری صاحب۔

سینیٹر سید نیر حسین بخاری: جناب والا! مندوخیل صاحب کا point of order was regarding the appointments in the National Bank and we have asked for the details from the Ministry of Finance. As soon as those details are given to me, I will place them before the House اور میں مندوخیل صاحب کو بھی پیش کر دوں گا۔

جناب چیئرمین: حاجی لشکری رئیسانی صاحب۔

سینیٹر نوابزادہ میر حاجی لشکری رئیسانی: جناب چیئرمین! کچھ عرصہ پہلے PIA کے issue پر یہاں بحث ہوئی تھی اور آپ نے ruling دی تھی کہ پی آئی اے سے متعلق بلوچستان کے جو مسائل ہیں ان کو address کرنے کے لیے ایک sub committee قائم کی جائے تو میں آپ کو یاد دہانی کرا رہا ہوں۔

جناب چیئرمین: ٹھیک ہے۔ ہم اس کو concerned Standing Committee کو refer کر دیتے ہیں اور آپ کو بھی invite کر لیا جائے گا۔ شاہ صاحب، ٹھیک ہے۔

سینیٹر سید نیر حسین بخاری: ٹھیک ہے۔

جناب چیئرمین: گلشن سعید صاحبہ۔

Different statements issued by various political leaders regarding Pakistan-India dialogues

سینیٹر گلشن سعید: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب چیئرمین! میں آپ کی توجہ ایک قومی مسئلے کی طرف دلاتی ہوں اور وہ یہ ہے کہ انڈیا نے بڑی دیر کے بعد، بڑی مشکل سے کہا ہے کہ وہ ہم سے بات کرنے کا خواہشمند ہے اور وہ کہتے ہیں کہ ہم سے بات کریں گے مگر جیسے ہی یہ خبر اخبارات میں آئی تو میں نے دیکھا کہ ہر پارٹی سے اٹھ کر سیاست دان اس بارے میں بیانات دینا شروع ہو گئے۔ کسی نے کہا کہ پہلے کشمیر کی بات کی جائے اور بعد میں پانی کی بات کی جائے، پہلے شرطیں لگائی جائیں کہ اگر کشمیر کی بات نہیں ہوتی تو کوئی بات نہ کی جائے۔ جناب والا! یہ غیر ضروری بیانات نہیں ہونے چاہیئں۔ بات یہ ہے کہ فارن منسٹر یا فارن آفس اس بارے میں کوئی بات کرے تو کرے، جب ایک ہمسایہ ہم سے بگڑا ہوا ہے اور ہمارے لیے ہر قسم کے کانٹے بو رہا ہے، بلوچستان میں بھی اور پورے پاکستان میں ان کے ایجنٹس ہماری بربادی کرنے کو پھر رہے ہیں اور اگر وہ صحیح راستے پر آ رہا ہے تو عام لوگوں کو اس طرح کے بیانات دے کر اس کی توجہ کو divert کرنا اور پہلے سے شرطیں لگانی شروع کر دینا، بڑی غلط بات ہے۔ میں آپ کی وساطت سے یہ چاہتی ہوں کہ جب تک بات چیت شروع نہ ہو جائے ہر آدمی کو اٹھ کر اس بارے میں بات کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ اللہ، اللہ کر کے تو وہ مذاکرات کی میز پر آئے ہیں اور ان کے ساتھ جو ہمارا Water Treaty ہے اس پر عمل کرنا ہمارے ملک اور قوم کے لیے بہت ضروری ہے اور انہوں نے یہ بات کی ہے کہ ہم سمجھتے ہیں کہ ہم اس پر بات کریں گے۔

ہماری طرف سے اس قسم کے بیانات آنے پر ان کے وزیر نے ایک دم کہہ دیا کہ ہم اب پاکستان کے ساتھ بات نہیں کرتے۔ ان کے پاس بھی میڈیا ہے اس قسم کے بیانات ان کے ہاں بھی پہنچتے ہیں۔ میں سمجھتی ہوں کہ اس طرح کی بات نہیں کرنی چاہیے ۔ اس پر پھر کوئی reaction ہوا تو اب بیان آیا کہ پچیس فروری کو بات شروع ہو رہی ہے۔ میں سمجھتی ہوں کہ ان کو table پر آنا چاہیے، بات چیت کرنی چاہیے جہاں سے ہم نے ان کے ساتھ پچھلے دور میں dialogue چھوڑا تھا CBM کے لیے بات شروع ہو تو شاید کچھ بہتری نکل آئے۔ مانا کہ وہ ہمارے دشمن ہیں، لوگ سمجھتے ہیں، ہم بھی سمجھتے ہیں لیکن اگر کوئی مثبت سوچ رکھتا ہے تو اس کو پہلے show resentment کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ میرے اس چیز کے بارے میں بہت تحفظات ہیں کہ ہمارے ہاں جو بندہ اٹھتا ہے وہ بیانات داغ دیتا ہے کہ ایسے کرنا چاہیے، ویسے کرنا چاہیے۔ یہ فارن آفس کا کام ہے ، وہ اس بات کو دیکھے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ ہماری پالیسیاں کیا ہیں اور ان کے مطابق وہ بات کرے ۔ ہر بندے کو اس پر بات نہیں کرنی چاہیے۔

جناب چیئرمین: طارق عظیم صاحب۔

Unjust condition of NIC for purchasing of sugar from Utility Stores

سینیٹر طارق عظیم خان: جناب والا! ابھی حال ہی میں ایک procedure introduce کیا گیا ہے کہ جو آدمی بھی یوٹیلٹی سٹور سے چینی لینے کے لیے جائے تو اس کے لیے یہ شرط رکھی گئی ہے کہ وہ اپنے ساتھ شناختی کارڈ لے کر جائے۔ آپ کو پتا ہے کہ بہت سے لوگوں کے پاس ابھی حال ہی میں جاری کیے گئے شناختی کارڈز نہیں ہوتے یا کچھ لوگ معذور یا بیمار ہیں، وہ اپنے بچوں یا دوسرے اہل خانہ کو چینی لینے بھیج دیتے ہیں۔ ان کے لیے ممکن نہیں ہوتا کہ اپنے ساتھ شناختی کارڈز لے کر جائیں۔ میں آپ کی وساطت سے درخواست کروں گا کہ اس چیز کو ختم کیا جائے، already لوگوں کے لیے بہت ساری مشکلات ہیں اور چینی ویسے ہی نہیں مل رہی ، اگر کسی جگہ مل رہی ہے تو کم سے کم اس کے لیے کوئی آسان طریقہ کار بنایا جائے اور یہ شرط بھی عائد کر دی جائے کہ وہ ساتھ کارڈز لے کر آئیں ، یہ بہت ہی نامناسب چیز ہے تو میں حکومت سے درخواست کروں گا کہ یہ شرط ختم کی جائے۔

Mr. Chairman: Alright. The House stands adjourned to meet again on Wednesday the 17th February, 2010 at 4 p.m. Thank you.

––––––––––––––––––––

[The House was then adjourned to meet again on Wednesday, the 17th February, 2010 at 4:00 p.m.]

––––––––––––––––––––